

قائم) کرو۔ تو پھر کیا تم ہوش میں نہیں آؤ گے۔“

۱۳۔ ﴿وَرَبُّنَا عَلٰى قُوْبِهِمْ إِذْ قَامُوا فَقَالُوا رَبُّنَا رَبُّ السَّمَاوٰتِ وَالْأَرْضِ كُنْ نَدْعُوكُمْ دُونَهٗ إِلَهًا لَقَدْ قُلْنَا إِذَا شَطَطَّا ﴾۱۴﴿ هُوَكَعْتُمُنَا أَتَخْذُوا مِنْ دُونِهِ إِلَهًا لَهٗ قَدْ قُلْنَا إِفْتَرَى عَلَى اللَّهِ كَذِبًا ﴾۱۵﴾ (سورۃ الکھف: ۱۴-۱۵)

”اصحاب کھف! ہم نے ان کے دل اس وقت مظبوط کر دیئے جب وہ اٹھے اور انہوں نے اعلان کر دیا کہ ہمارے رب العزت (حاکم اعلیٰ) تو بس وہی ہیں جو آسمان و زمین کے رب ہیں ہم انہیں چھوڑ کر کسی اور کو والہ/حاکم/معبد نہیں پکاریں گے۔ اگر ہم ایسا کریں تو بالکل بے جا بات کریں گے۔ ۱۳۔ پھر کہا! یہ ہماری قوم تو اللہ تعالیٰ کو چھوڑ کر دوسرے الہ/رب/حاکم بنا بیٹھی ہے۔ یہ قوم/لوگ اس پر کوئی واضح دلیل کیوں نہیں لاتے۔ اس سے بڑھ کر نظام کوں ہو گا جو اللہ رب العزت پر جھوٹ باندھے۔“

۱۵۔ ﴿وَكَذِلِكَ بَعَثْنَاهُمْ لِيَتَسَاءَلُوْا بَيْنَهُمْ قَالَ قَالِيلٌ مِنْهُمْ كَفَ لَيَشْتَهِمْ قَالُوا لِيَشْنَا يَوْمًا أَوْ بَعْضَ يَوْمٍ قَالُوا رَبُّكُمْ أَعْلَمُ بِمَا لَيَشْتَهِمْ فَبَاعْتُوا أَحَدَكُمْ بِوَرِيقَمْ هَذِهِ إِلَى الْمَدِينَةِ فَلَيَنْظُرْ إِلَيْهَا أَذْكَى طَعَامًا فَلَيَأْتِكُمْ بِرِزْقٍ مِنْهُ وَلَيَنْتَظِفَ وَلَا يُشْعَرَنَ بِكُمْ أَحَدًا ﴾۱۶﴿ إِنَّهُمْ إِنْ يَظْهَرُوْا عَلَيْكُمْ يَوْجُوكُمْ أَوْ يُعِيدُوكُمْ فِي مَلَيِّتِهِمْ وَكَنْ تُفْلِحُوْا إِذَا آبَدًا ﴾۱۷﴾ (الکھف: ۲۰)

”ای طرح ہم نے انہیں بیدار کر دیا تا کہ وہ آپس میں پوچھ گھوکریں۔ چنانچہ ان میں سے ایک نے دوسرے سے پوچھا، بتاؤ ہم یہاں کتنی دیر (سوئے) رہے ہیں؟ وہ بولے! ہم ایک دن یادن سے کچھ کم سوئے ہوں گے۔ پھر کہنے لگے تمہارے رب العزت (حاکم اعلیٰ) ہی کو صحیح علم ہے کہ کتنا سوئے رہے ہیں۔ بہر حال اب تم لوگ یہ سکھ یا روپیہ دے کر اپنے میں سے کسی کو شہر بھیجو، تاکہ پاکیزہ کھانا دیکھ کر لائے۔ اور بہت احتیاط اور نرمی سے کام لے، اور کسی کو خبر بھی نہ ہونے دے۔ ۱۶۔ اگر لوگوں نے آپ لوگوں کو پکڑ لیا تو سنگسار کر (جان سے مار) دیں گے۔ یا تمہیں (زبردستی) اپنے دین ملت (نظام باطل) میں والپس لے جائیں گے۔ تو پھر اس صورت میں آپ کبھی بھی (دنیا و آخرت) میں کامیاب نہیں ہو سکیں گے۔“

۱۶۔ ﴿ذِلِكُمُ اللَّهُ رَبُّكُمُ الْمُلِكُ لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ فَأَنِي تُصْرِفُونَ ﴾۱۸﴿ إِنْ تَكْفُرُوا فَإِنَّ اللَّهَ عَنِّي عَنْكُمْ وَلَا يَرْضُى لِعِبَادَهِ الْكُفَّرُ وَ إِنْ تَشْكُرُوا يَرْضَهُ لَكُمْ وَلَا تَزُرُوا إِرَأْيَهُ وَلَا أَخْرَى لَهُ إِلَى رَبِّكُمْ مَرْجِعُكُمْ فَإِنِّي عَنِّكُمْ بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُونَ ﴾۱۹﴿ إِنَّ اللَّهَ عَلَيْمٌ بِذِنْبِ الصُّدُورِ ﴾۲۰﴾ (سورۃ الزمر: ۶-۷)

”وہی اللہ تعالیٰ آپ کے رب (حاکم اعلیٰ) ہیں جن کا ملک (حاکیت) ہے۔ اللہ کے سوا کوئی الہ/حاکم اور معبود نہیں ہے۔ پھر تم کہاں سے دھوکہ/فریب کھا رہے ہو۔ اگر تم لوگ (اللہ رب العزت کی

حاکیت / قیامِ دین و خلافت کا) انکار کرتے ہو تو پھر یاد رکھو اللہ رب العزت بے نیاز ہیں (اللہ تعالیٰ کو کوئی پروانہیں ہے) اور جبکہ اللہ رب العزت اپنے بنوؤں کے کفر / انکار کو پسند نہیں کرتے۔ اگر تم لوگ شکر کرو (یعنی اللہ تعالیٰ کے دین / حاکیت کو تعلیم کرو) تو اللہ تعالیٰ یہی چاہتے ہیں۔ یاد رکھو! پھر تم سب لوگوں نے اپنے رب (حاکم) کی طرف پلٹ کر جانا ہے۔ پھر وہ تم سب لوگوں کو واضح / کھول کر بتا دیں گے کہ تم کیا کرتے رہے ہو۔ کیونکہ اللہ رب العزت دلوں کے راز جانتے ہیں۔“

۱۷۔ ﴿إِنَّ الَّذِينَ قَاتَلُوا رَبِّنَا اللَّهَ ثُمَّ أَسْتَقَامُوا تَتَذَكَّرُ عَلَيْهِمُ الْمُلِّكَةُ إِلَّا تَخَافُوا وَلَا تَحْزُنُوا وَلَا يَشْرُوْا بِالْجَنَّةِ الَّتِي كُنْتُمْ تُوعَدُوْنَ﴾ نَحْنُ أُولَئِكُمُ فِي الْحَيَاةِ الدُّنْيَا وَفِي الْآخِرَةِ وَلَكُمْ فِيهَا مَا تَشَتَّهِي أَنْفُسُكُمْ وَلَكُمْ فِيهَا مَا تَدَّعُونَ ﴾۳۱، ۳۰﴾ (حمد السجدہ : ۳۱، ۳۰)

”وہ لوگ جنہوں نے کہا کہ اللہ رب العزت ہی ہمارے رب (حاکم ، معبد) ہیں اور پھر اس پر ثابت قدم رہے۔ ان پر فرشتے نازل ہوتے ہیں جو کہتے ہیں کہ غم و خوف نہ کریں اور تمہیں بشارت ہے جنت کی جس کا تم سے وعدہ کیا گیا ہے ہم آپ کے ساتھی (دوست) ہیں اس دنیا میں اور آخرت میں بھی ، اور جنت میں جو تمہارا دل چاہے گا ملے گا، اور جو مانگو گے وہ حاضر ہو گا۔“

۱۸۔ ﴿فُلْ يَا هَلَ الْكِتَابِ تَعَالَوْا إِلَى كَلِمَةِ سَوَاعِدِ بَيْنَنَا وَ بَيْنَكُمْ إِلَّا نَعْبُدُ إِلَّا اللَّهُ وَ لَا نُشْرِكُ بِهِ شَيْئًا وَ لَا يَتَّخِذُ بَعْضُنَا بَعْضًا أَرْبَابًا مِّنْ دُونِ اللَّهِ فَإِنْ تَوَكَّلْنَا عَلَى الشَّهَدُ وَ إِنَّا مُسْلِمُونَ﴾ (سورۃ آل عمران : ۶۴)

”اے نبی! ان اہل کتاب سے فرمادیں کہ آؤ ہم ایک کلمہ پر اکٹھے ہو جائیں (لا اله الا اللہ) جو کہ ہمارے اور تمہارے درمیان مشترک ہے کہ اللہ رب العزت کے بغیر کسی کی عبادت (حاکیت ، ریٹ ، حکومت تسلیم کریں) نہ کریں۔ اور اس عبادت (حاکمیتِ الہی ، اقامتِ دین) میں کسی کو اللہ کا شریک نہ بنائیں اور نہ ہی آپس میں کسی کو اپنا رب (حاکم ، الہ ، معبد) بنائیں۔ اگر کوئی اس سے اعراض کرے یا منہ موڑے تو اس کو کہو کہ میں نے دینِ اسلام کو قبول کر لیا ہے۔“

۱۹۔ ﴿وَلِلَّذِينَ كَفَرُوا إِرْبَيْهُمْ عَذَابُ جَهَنَّمَ وَلِئِسَ الْهُصِيرُ﴾ (سورۃ الملک : ۶)

”جن لوگوں نے اپنے رب (اللہ کی حاکیت ، ریٹ ، دین) کا انکار کیا ان کے لیے جہنم کا عذاب ہے۔ جس میں وہ ہمیشہ رہے گے۔“

اہم نکات:

- ۱۔ اللہ تعالیٰ کے نام نامی کا مادہ ”الہ“ ہے جس کا مطلب و مقصد ہی حاکم مطلق ہے۔
- ۲۔ اللہ سبحانہ و تعالیٰ ہی (پوری کائنات اور انسان) کے خالق ، مالک ، رازق اور حاکم مطلق ہیں۔

- ۳۔ اللہ رب العزت نے تمام انسانوں (حضرت آدم سے لے کر قیامت تک کے انسانوں) سے عہد لیا "عہد است برکم" فرمایا کہ کیا میں آپ کارب (حاکم) نہیں ہوں؟ تمام اجتماع انسانی نے بیک زبان کہا کہ "کیوں نہیں ہم اس پر گواہی دیتے ہیں کہ آپ ہی ہمارے رب کریم (حاکم مطلق) ہیں" سورۃ الاعراف
- ۴۔ رب؛ (حاکم) اللہ رب العزت کا اسم صفت ہے۔ جن کی دنیا کی زندگی میں حاکیت قائم کرنا انسان کا مقصد زندگی ہے۔
- ۵۔ رب؛ ایک ایسا لفظ ہے جو کہ عربی زبان میں بادشاہ اور حاکم کے لیے بولا جاتا ہے۔ جیسا کہ سورۃ الکھف میں آیت نمبر ۱۲ اور سورۃ یوسف میں آیت نمبر ۵۰، ۳۶، ۲۱ وغیرہ۔
- ۶۔ اللہ/رب/حاکم/معبد اور بادشاہ اس کو کہتے ہیں جس کا حکم نظام/دین معاشرہ میں چلتا ہو۔ (Rite is inforced)
- ۷۔ لہذا جس کا حکم/قانون/نظام/دین وغیرہ معاشرے، علاقہ یا ملک میں چلتا ہو اسکی عبادت کی جاتی ہے اور وہی معبد/اللہ/رب/حاکم اور بادشاہ کھلاتا ہے۔ جیسے سورۃ یونس میں آیت نمبر ۳، سورۃ الحود میں آیت نمبر ۵۶، سورۃ الاعراف میں ۵۶، سورۃ الکھف میں آیت نمبر ۱۵ اور سورۃ الانعام میں آیت نمبر ۱۰۲ میں ہے۔
- ۸۔ اللہ رب العزت کے علاوہ کسی اور کے دین، نظام، قانون، پارلیمنٹ، جمہوریت (اسلامی)، سو شلزم، بریلزیم کو معاشرہ میں چلانا ہی شرک ہے۔ جیسے اب تمام دنیا میں چل رہا ہے۔ اللہ کے دین، نظام، حاکیت میں کسی انسان یا انسانوں کو شریک بنانا ہی کفر اور شرک ہے جس کی سزا جہنم ہے۔ (سورۃ الکھف: ۱۵)
- ۹۔ اللہ رب العزت کو؛ اللہ؛ اور؛ رب؛ تسلیم کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ کے نظام، قانون، دین، حاکیت کو گھر، معاشرے، ملک میں قائم کرنا یا چلانا ہی اللہ رب العزت کا شکر ادا کرنا ہے یہی نظام خلافت ہے۔
- ۱۰۔ یہی وہ؛ عہد است برکم؛ تھا جو اللہ رب العزت نے تمام انسانوں کو اکٹھا کر کے لیا تھا کہ تم نے مجھے (اللہ سبحانہ و تعالیٰ کو) اپنا رب (حاکم) بنایا کر دنیا میں رہنا ہے اور نظامِ باطل، شرک یا انسانوں کا بنایا ہوا قانون، نظام، دین (جمہوریت، آمریت، کمیونزم، سو شلزم) اگرچل رہا ہو گا۔ اس میں شامل نہیں ہونا۔ اور ہم سب نے اللہ کے رب (حاکم) ہونے کا عہد کیا تھا۔ دوسرے لفاظ میں ہم نے اللہ تعالیٰ کے دین، حاکیت کو دنیا کی زندگی میں چلانے کا وعدہ کیا تھا۔ اور جسے محمدؐ نے عملًا دنیا میں نافذ (نظام خلافت قائم) کر کے ایک نمونہ دنیا کو دیا۔ جسے اسوہ حسنہ کہتے ہیں۔
- ۱۱۔ جو لوگ اللہ رب العزت کو رب (حاکم) تسلیم کرتے ہوئے اللہ کے دین کو قائم کرنے کی کوشش و محنت کریں اور ثابت قدم رہیں تو فرشتے ان کی مدد کے لیے بھیجے جاتے ہیں جیسے بدروخین میں اللہ تعالیٰ نے فرشتے بھیجے ہیں۔
- (سورۃ حم سجدہ)
- ۱۔ ہم ﴿الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ﴾ نماز کی ہر رکعت میں پڑھ کر عہد "الست برکم" "کوتازہ کرتے اور یاد و حافظ کرتے رہتے ہیں۔ کہ ہم اس نظامِ باطل (شرک) میں شامل نہیں جو انسانوں نے دنیا میں چلا رکھا ہے۔ (آمریت،

جمهوریت، سو شلزم، کمیوزم وغیرہ)۔ اقرار کرتے ہیں کہ ہم آپ کے علاوہ کسی کورب (حاکم) نہیں مانتے۔ کسی انسان، انسانوں کے بنائے ہوئے نظام، قانون، دین کو نہیں مانتے ہیں۔

۳۔ اور ہم چاہتے ہیں کہ صرف آپ کے دین، نظام، قانون کو معاشرہ، دنیا میں چلا کیں۔

۴۔ اس عہد کو نماز کے ذریعے یاد کروانے پر ہم اللہ رب العزت کے شکرگزار ہیں اور تمام تعریف و توصیف صرف آپ کے لیے ہی خاص کرتے ہیں۔

۵۔ اسی لیے اللہ رب العزت نے رسول اللہ ﷺ کو حکم دیا کہ آپ ﷺ اعلان کر دیجئے! کہ مجھے میرے اللہ رب کریم نے ہدایت کی ہے یعنی حکم دیا ہے، یا راہنمائی کی ہے صراطِ مستقیم کی۔ کیا؟ کہ دین (اسلام) کو قائم / نافذ کروں یکسوئی کے ساتھ ابراہیمؐ کے طریقہ کے مطابق۔ اور مشرکین میں سے نہ ہو جاؤ۔ (۱۶۲) سورہ الانعام

یہ بھی اعلان کر دیں کہ میری نماز اور تمام مناسک (مراسم عبودیت) میری زندگی اور موت صرف اللہ رب العالمین کے لیے ہیں (یعنی اللہ رب العالمین کے دین، نظام، حاکمیت، نظامِ خلافت، عبادات کو قائم کرنے کے لیے) جس کے دین، حکومت کے قیام میں کوئی اور شریک نہ رہے اور مجھے یہ بھی حکم دیا گیا ہے کہ میں سب سے پہلے اللہ تعالیٰ کے دین اسلام میں داخل ہو جاؤں / قبول کرلوں اور مسلم بن جاؤں۔ (۱۶۳۔ ۱۶۲ سورہ الانعام)

در اصل الحمد للہ رب العالمین نماز میں ادا کر کے ہم درج بالا اللہ رب العزت کے تمام احکامات اور باتوں کا اقرار کرتے ہیں اور تعریف و توصیف بھی بیان کرتے ہیں۔ یعنی۔ اے اللہ سبحانہ و تعالیٰ۔ ہم آپ کو اپنا: الہ، رب، معبود اور حاکم تسلیم کرتے ہیں آپ کے دیئے ہوئے دین / نظام / اسلام کو قبول کرتے ہیں اور اس نظامِ باطل میں شامل نہیں ہیں جو معاشرے میں چل رہا ہے اور ہم اس بات سے غافل نہیں ہیں کہ آپ ہی ہمارے الہ اور رب کریم ہیں۔



بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ ۝^②

سورۃ الفاتحہ کی یہ دوسری اہم آیت ہے ہم اسے کیوں پڑھتے ہیں۔ اس کا مقصد و مطلب کیا ہے بظاہر تو یہ صرف دو ہی الفاظ پر مشتمل ہے:

﴿الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ ۝^③

جو کہ اللہ رب العزت کے پاک نام (الاسماء الحسنی) ہیں جن کے مفہوم انتہائی وسیع ہیں۔ آئیے ہم قرآن مجید کے ذریعے اللہ تعالیٰ سے پوچھتے ہیں۔

۱- الرَّحْمَنِ

یہ اللہ رب رحمن کا وہ اسم حسن ہے جو کمال مہربانی، بے حد و حساب اور بے کراں فیض عام کا مظہر ہے یعنی جو کچھ انسان کو دنیا میں عنایت کیا گیا ہے وہ اللہ سبحانہ و تعالیٰ کے رحمن ہونے کی دلیل ہے۔
مقصد تخلیق کو ادا کرنے کے لیے انسان کی فضیلت اور انعاماتِ الہیہ؟

کارِ خلافت / اقامتِ دین کی عبادت کا حق ادا کرنے / سر انجام دینے کے لیے اللہ رب رحمن نے انسان کو بہت سی سہولیات، انعامات اور فضائل سے نوازا۔ کیونکہ آپ کی ذات گرامی قدر؛ الرحمن؛ ہے بے حد و حساب مہربان ہیں۔ ورنہ منصبِ خلافت کی امانت کے بارگاران کو ادا کرنا مشکل ہو جاتا۔

اللہ رب العزت قرآن مجید میں مختلف انداز میں اپنی عنایات، فضل اور انعامات کا ذکر بڑے شاہانہ انداز میں کرتے ہیں۔ فرمایا رب رحمن نے کہ.....

﴿وَلَقَدْ كَرَّمَنَا بَنِي آدَمَ وَحَمَلْنَاهُمْ فِي الْبَرِّ وَالْبَحْرِ وَرَزَقْنَاهُمْ مِّنَ الطَّيِّبَاتِ وَفَضَّلْنَاهُمْ عَلَى كُثُرٍ مِّمَّنْ خَلَقْنَا تَفْضِيلًا ۝^④﴾ (بنی اسرائیل: ۷۰)

”یہ تو ہماری خاص عنایت ہے کہ ہم نے بنی آدم (انسان کو) کو بزرگی دی (کرمنا) اور انہیں خشکی و تری میں سوار یاں عطا کیں اور ان کو پاکیزہ چیزوں سے رزق دیا اور اپنی بہت سی مخلوقات پر فضیلت (نمایاں فوقيت بخشی) بخشی۔“

پھر فرمایا رب رحمن نے کہ.....

﴿وَأَنْتُمْ مِّنْ كُلِّ مَا سَأَلْتُمُوهُ وَإِنْ تَعْدُوا نَعْمَتَ اللَّهِ لَا تُحْصُوهَا إِنَّ الْإِنْسَانَ لَظَلُومٌ كَفَّارٌ ۝^⑤﴾ (ابراهیم: ۳۴)

”اللہ رب رحمن نے وہ سب کچھ تھیں دیا جو تم نے مانگا ہی نہیں۔ اگر تم اللہ رب العزت کی نعمتوں کا شمار کرنا چاہو تو کرنے پس سکتے۔ حقیقت یہ ہے کہ انسان بڑا ہی ظالم (بے انصاف، نافرمان) اور منکر دین حق (احسان فراموش، ناشکرا) ہے۔“

یہ حض اللہ رب الرحمٰن کی خاص عنایت، انعام اور فضل و کرم ہے کہ انہوں نے انسان کو تمام خلوقات پر فضیلت بخشی اور خلافت کی امانت کو ادا کرنے کے لیے سہولیات، انعامات سے نوازا۔ جس کا ہم ایک ایک کر کے جائزہ لیتے ہیں۔

۱۔ انسان کو صواب دیدی اختیارات دیے گے (Delegation of Powers):

(الف)..... تقریب خلیفہ کا اعلان فرمایا:

۱۔ ﴿وَإِذْ قَالَ رَبُّكَ لِلْمَلِكَةِ إِنِّي جَاعِلٌ فِي الْأَرْضِ خَلِيفَةً﴾ (البقرة: ۳۰)

”پھر ذرا اس وقت کا تصور کرو جب تمہارے اللہ رب رحمن نے فرشتوں سے کہا تھا کہ میں زمین میں ایک خلیفہ بنانے والا ہوں۔“

یہ وہ اعلان ہے جو کائنات کے خلق، مالک، رازق اور حاکمِ اعلیٰ نے تحقیق آدم کے وقت کیا تھا۔ اس کے لیے چند ضروری وضاحتیں:

۱۔ خلیفہ! دراصل اس کو کہتے ہیں جو کسی کی ملک میں (حکومت میں) اس کے تفویض کردہ اختیارات (Delegated Powers) کو (واسرائے Roy Voice) نائب کی حیثیت سے استعمال کرے۔ خلیفہ مالک نہیں ہوتا۔ اس کے اختیارات ذاتی نہیں ہوتے بلکہ مالک کے عطا کردہ ہوتے ہیں۔ وہ اپنی مشا (مرضی) کے مطابق کام کرنے کا حق نہیں رکھتا۔ بلکہ اس کا کام مالک کی مشا کو پورا کرنا ہوتا ہے۔ دوسرے الفاظ میں قانون رضابطہ نظام / دین مالک کا ہوتا ہے۔ کام (Governing Management) خلیفہ نے مالک کے قانون / نظام کے مطابق کرنا ہوتا ہے۔

۲۔ اگر وہ خود اپنے آپ کو مالک سمجھ بیٹھے اور مالک کے تفویض کردہ اختیارات کو من مانے طریقے سے استعمال کرنے لگے۔ یا اصل مالک کے سوا کسی اور کو مالک تسلیم کر کے اس کی مشا (مرضی) کی پیروی کرے اور اس کے قانون / احکام کی تعییں کرنے لگے تو یہ سب غداری اور بغاوت کے افعال ہوں گے۔ (یہی شرک ہے جو کسی صورت معاف نہیں ہوگا)۔

۳۔ اس لحاظ سے تمام انسان زمین پر اللہ تعالیٰ کے خلیفہ ہیں۔ اس لحاظ سے جو امانتیں اللہ تعالیٰ نے بخشی ہیں ان کے تصرف کے اختیارات بھی بخشی ہیں۔

(ب)..... انسان کو اختیار دیا کہ جس راہ کو چاہے اختیار کرے:

﴿إِنَّا هَدَيْنَاهُ السَّبِيلَ إِمَّا شَاكِرًا وَإِمَّا كَفُورًا﴾ (الدھر: ۳۷۶)

”ہم نے اسے (انسان کو) راستہ (قرآن مجید) دکھایا۔ خواہ شکر کرنے والا بنے یا کفر کرنے والا بنے۔“

اللہ تعالیٰ جل شانہ فرمار ہے ہیں کہ ہم نے انسان کو محض اعضاء و جوارح، ذہنی و جسمانی اور علم و عقل کی قوتیں دے کر ہی نہیں چھوڑ دیا۔ بلکہ ساتھ ساتھ اس کی راہنمائی بھی کی (قرآن مجید کے ذریعے) تاکہ اسے معلوم ہو جائے کہ شکر کا راستہ کون سا ہے اور کفر کا راستہ کون سا۔ اس کے بعد جو راستہ بھی وہ اختیار کرے اس کا ذمہ دار وہ خود ہے۔

﴿وَهَدَيْنَا النَّجَدَيْنِ﴾

پھر فرمایا کہ ﴿وَهَدَيْنَا النَّجَدَيْنِ﴾ ہم نے اسے دونوں راستے نمایاں کر کے بتا دیے (نظام اسلام / غیر اسلام)
”یعنی خیر و شر کے راستے“ (نظام حق ر نظام باطل کے راستے)۔ (سورہ البلد: ۱۰۹۰)

پھر فرمایا:

﴿وَنَفْسٌ وَمَا سَوَّلَهَا ﴿۱﴾ فَأَنْهَاهَا فُجُورُهَا وَتَقْوِيهَا ﴿۲﴾﴾ (سورہ الشمس: ۹۱/۸۷)

”اور قسم ہے۔ (انسان کے) نفس کی اور اس ذات کی جس نے اسے (تمام ظاہری و باطنی قوتوں کے ساتھ) استوار کیا پھر اس کا فجور اور تقویٰ دونوں اس پر الہام کر دیے۔“

پھر فرمایا رب ذوالجلال نے!

۱۔ ﴿وَعَلَى اللَّهِ قُصْدُ السَّبِيلِ وَمِنْهَا جَاءَرُ وَلُوشَاءُ لَهُدَكُمْ أَجَمَاعِينَ ﴿۳﴾﴾ (النحل: ۹۱/۶)

”اللہ کے ذمہ ہے سیدھا راستے بتانا جب کہ ٹیڑھے راستے بھی موجود ہیں۔ اگر اللہ چاہتے تو تم سب کو ہدایت دے دیتے (یعنی دین / نظام کا پابند بنادیتے)۔“

۲۔ ﴿وَلُوشَاءُ اللَّهُ لَجَعَلَكُمْ أُمَّةً وَاحِدَةً وَلَكُنْ يُضْلَلُ مَنْ يَشَاءُ وَيَهْدِي مَنْ يَشَاءُ وَلَمُسْئَلُنَّ عَمَّا كُنْتُمْ تَعْمَلُونَ ﴿۴﴾﴾ (النحل: ۹۳)

”پھر فرمایا کہ ”اگر اللہ رب العزت چاہتے تو وہ تم سب کو ایک ہی امت بنادیتے (یعنی دین اسلام کا پابند بنادیتے) مگر (قرآن مجید کونہ مانے پر) جس کو چاہتے ہیں گراہ کر دیتے ہیں اور (قرآن مجید کے احکامات مانے والوں کو) جس کو چاہتے ہیں ہدایت و راہنمائی فرماتے ہیں کیونکہ اسی بنیاد پر تمہاری کار کردگی کا حساب لیا جائے گا۔“

یعنی یہ بھی ممکن تھا کہ اللہ تعالیٰ رب العزت اپنی ذمہ داری کو (جو انہوں نے انسان کی راہنمائی کے لیے خود اپنے اوپر عائد کی ہے) اس طرح ادا کرتے کہ سارے انسانوں کو پیدائشی طور پر دوسری تمام بے اختیار مخلوقات کے مانند برسر ہدایت بنا دیتے (جیسے پوری کائنات پر دین اسلام چل رہا ہے)۔ لیکن یہ ان کی منشاء کا تقاضا نہ تھا۔ اللہ رب العالمین کی منشاء یہ تھی کہ ایسی ذی اختیار مخلوق کو وجود میں لا یا جائے جو اپنی پسند اور اپنے انتخاب سے صحیح اور غلط راستوں پر جانے کی آزادی رکھتی ہو۔ اسی آزادی کے استعمال کے لیے اس کو علم کے ذرائع دیے گئے۔ عقل و فکر کی صلاحیتیں دی گئیں۔ خواہش اور ارادے کی

طاقتیں بخشی گئیں۔ اپنے اندر اور باہر کی بے شمار چیزوں پر تصرف کے اختیارات عطا کیے گئے۔ اور باطن و ظاہر میں ایسے بے شمار اسباب رکھ دیئے گئے۔ جو اس کے لیے ہدایت اور ضلالت دونوں کے موجب بن سکتے ہیں۔ یہ سب کچھ بے معنی ہو جاتا اگر وہ پیدائشی طور پر راست رو (دین حق کا پابند) بنادیا جاتا۔ اور ترقی کے ان بلند ترین مدارج تک بھی انسان کا پہنچنا ممکن نہ رہتا جو صرف آزادی کے صحیح استعمال ہی کے نتیجے میں اسے مل سکتے ہیں۔ اللہ رب العزت نے انسان کی راہنمائی کے لیے جبکی ہدایت کا طریقہ چھوڑ کر رسالت کا طریقہ اختیار فرمایا۔ تاکہ انسان کی آزادی بھی برقرار رہے اور اس کے امتحان کا منشا بھی پورا اور راہ راست (دین حق) کو بھی معقول ترین طریقہ سے اس کے سامنے پیش کر دیا جائے تاکہ اس راہ پر چل کروہ اپنے رب العالمین کی عبادت کا حق ادا کرے اور اعلیٰ ترین منصب خلافت کو پا سکے۔

پھر فرمایا رب العزت نے!

﴿وَأَوْشَاءَ اللَّهُ لَجَعَاهُمْ أُمَّةً وَّاِحْدَةً وَّلِكُنْ يُدْخَلُ مَنْ يَشَاءُ فِي رَحْمَتِهِ وَالظَّلِيلُونَ مَا لَهُمْ مِنْ وَالْيَوْمَ لَا نَصِيبٌ﴾ (الشوری: ۸)

”اگر رب العزت چاہتے تو سب انسانوں کو ایک ہی امت بنادیتے (جو ایک ہی دین پر ہوتے)۔ مگر وہ جسے چاہتے ہیں اپنے دین رحمت میں داخل کرتے ہیں اور ظالموں کا نہ کوئی ولی ہے نہ مددگار۔“
اس میں تین باتوں کو واضح کیا گیا ہے:

۱۔ رسول اللہ ﷺ کو تعلیم اور تسلی دنیا مقصود تھا کہ آپ کفار مکہ کی جہالت و ضلالت، ضد اور ہٹ دھرمی پر پریشان اور افسوس نہ کریں کیوں کہ اللہ بزرگ و برتر کی مرضی اور منشا یہی ہے۔ کہ انسانوں لوگوں کو اختیار و انتخاب کی آزادی عطا کی جائے اگر کوئی ہدایت کا طالب ہے تو اسے ہدایت ملے گی جو گمراہی کو پسند کرتا ہے اسے جدھر جانا چاہتا ہے جانے دیا جائے۔ اگر یہ اللہ تبارک و تعالیٰ کی منشاء و مرضی نہ ہوتی تو انبیاء اور کتاب میں یہی کی مقصد ہی پھر کیا تھا۔ اگر تمام انسانوں کو ہدایت دینا مقصود ہوتا تو اللہ جل شانہ کا ایک تخلیقی اشارہ ہی کافی تھا۔ سارے انسان اس کے مطیع و فرمان بردار بن جاتے۔ جس طرح دریا، پہاڑ، درخت، جانور، مٹی، پتھر، سونا چاندی وغیرہ۔

۲۔ دوسرے اس کے مخاطب وہ تمام لوگ تھے جو اس الجھن میں گرفتار تھے اور اب بھی ہیں کہ اگر اللہ رب العزت واقعی انسانوں کی راہنمائی کرنا چاہتے تھے۔ اور ایمان و عمل کے یہ اختلافات جو لوگوں رہانے والے میں پھیلی ہوئے ہیں انہیں پسند نہ تھے اور انہیں پسند یہی تھا کہ لوگ ایمان و اسلام کی راہ اختیار کریں تو اس کے لیے آخر وحی، کتاب اور نبوت کی کیا ضرورت تھی؟ یہ کام تو وہ با آسانی اس طرح کر سکتے تھے کہ سب انسانوں کو مومن و مسلم پیدا کر دیتے۔ اسی الجھن کا ایک شاخسا نہ یہ استدلال بھی ہے کہ جب اللہ نے ایسا نہیں کیا تو ضرور وہ مختلف طریقے جن پر ہم چل رہے ہیں اس کو پسند ہیں اور ہم جو کچھ کر رہے ہیں اس کی مرضی سے کر رہے ہیں لہذا اس پر اعتراض کا کسی کوحت نہیں۔

۳۔ تیرا اس کا مقصد اہل ایمان / اسلام کو ان مشکلات کی حقیقت سمجھانا ہے۔ جو تبلیغ دین کی راہ میں اکثر پیش آتی ہیں۔ جو لوگ اس آزادی اختیار و ارادہ کی حقیقت کو نہیں سمجھتے وہ کام کی سست رفتاری کو دیکھ کر ما یوس ہونے لگتے ہیں اور چاہتے ہیں کہ اللہ رب العزت کی طرف سے کوئی کرامتیں، اور مجرمات رونما ہونے چاہتیں۔ تاکہ لوگوں کے دل جلد بدل جائیں۔ اور کبھی وہ ضرورت سے زیادہ جوش سے کام لے کر اصلاح کے لیے بے جا ر غلط طریقے اختیار کرنے لگتے ہیں۔ کار خلافت دراصل دنیا اور آخرت میں اللہ تعالیٰ کی معمولی رحمت اور نعمت نہیں جو منی پھر، گدھوں، گھوڑوں میں ایسے ہی بانٹ دی جائے۔ یہ تو ایسا خاص انعام اور رحمت ہے جس کے لیے فرشتوں کو بھی موزوں نہیں سمجھا گیا۔ اس رحمت اور نعمت کا وہی مستحق ہو سکتا ہے۔ جو اللہ بزرگ و برتر کو اپنا ولی بنائے اور ان کا دامن تحامے اور خالص یکسوئی سے ان کا خالص دین اپنانے یعنی نظامِ اسلام میں مکمل داخل ہو جائے۔ تب اللہ بزرگ و برتر اس کی مد اور راہنمائی کرتے ہیں۔ اور اسے اس امتحان میں بھیریت گزرنے کی توفیق عطا فرماتے ہیں۔

۳۔ کائنات کے مکملوں کو مطیع کر دیا:

مقصد تخلیق کو ادا کرنے یعنی کار خلافت کو پورا کرنے کے لیے انسان کو اللہ رب رحمن نے بہت سی سہولیات، انعامات اور فضیلت سے نوازا۔
فرمایا رب العزت نے کہ.....

۱۔ ﴿ وَإِذْ قَنَّا لِلْمَلِكَةِ اسْجُدُوا لِلَّهِ فَسَجَدُوا إِلَّا إِبْلِيسٌ أَبَى وَاسْتَكْبَرَ وَكَانَ مِنَ الْكَفِّرِينَ ﴾^(۲۱)

(البقرة: ۳۴)

”پھر جب ہم نے فرشتوں کو حکم دیا کہ آدم کے آگے جھک جاؤ تو سب جھک گئے (کائنات کے تمام مکملوں کو مطیع کر دیا) ابلیس کے علاوہ، جس نے انکا اور تکبر کیا اور وہ کافرین (اللہ رب العزت کے احکام کے مکرین) میں سے ہو گیا۔“

اس کا مطلب یہ ہے کہ زمین اور اس سے تعلق رکھنے والے طبقہ پر کائنات میں جس قدر فرشتے رکارندے مامور ہیں ان سب کو انسان کے لیے مطیع و مسخر ہو جانے کا حکم دیا گیا۔ چونکہ زمین میں اللہ رب العزت کے حکم سے انسان خلیفہ بنایا جا رہا تھا اس لیے فرمان شاہانہ جاری ہوا کہ صحیح یا غلط جس کام میں انسان اپنے ان اختیارات کو جو ہم اسے عطا کر رہے ہیں جہاں اور جیسے وہ استعمال کرنا چاہے اور ہم اپنی مشیت راذن کے تحت اسے ایسا کام کر لیں کہ موقعہ جب دے دیں۔ تو تمہارا فرض ہے۔ کہ تم میں سے جس جس کے دائرہ عمل سے وہ کام متعلق ہو وہ اپنے دائرة اختیار کی حد تک اس کا ساتھ دے۔ وہ چوری کرنا چاہے یا نماز پڑھنے کا ارادہ کرے، یا نکلی کرنا چاہے یا گناہ / بدی کے ارتکاب کے لیے جائے (وہ ہمارے قانون / نظام کے مطابق زندگی گزارنا چاہے یا اپنی مرضی / خواہش کے قانون / نظام میں زندگی گزارنا چاہے) دونوں صورتوں میں جب تک ہم

اسے (اس کی پسند کے مطابق) عمل کرنے کا اذن دے رہے ہیں تمہیں اس کے لیے سازگاری کرنا ہوگی (یعنی کسی قسم کی رکاوٹ نہیں ڈالنی) مثال کے طور پر اس کو یوں سمجھئے کہ ایک فرمان رو (بادشاہ) جب کسی شخص کو اپنے ملک میں کسی صوبے یا ضلع کا حاکم مقرر کرتا ہے تو اس علاقے میں حکومت کے جس قدر کرنے ہوتے ہیں ان سب کا فرض ہوتا ہے کہ اس کی اطاعت کریں اور جب تک فرمزاوہ کی منتشر مرضی ہے کہ اسے اپنے اختیارات کو استعمال کرنے کا موقع دیں۔ تو اس وقت تک اس کا ساتھ دیں۔ قطع نظر اس سے کہ وہ صحیح کام میں ان اختیارات کو استعمال کر رہا ہے یا غلط کام میں۔ البتہ جب جس کام کے بارے میں بھی فرمان رو کا اشارہ ہو جائے۔ کہ اسے نہ کرنے دیا جائے۔ یعنی جب وہ بغاوت میں حصے گزرا جائے تو اسے کام کرنے سے روک دیا جائے۔ تو وہیں ان حاکم صاحب رگوز صاحب کا اقتدار ختم ہو جاتا ہے۔ اور انہیں ایسا محسوس ہونے لگتا ہے کہ سارے علاقوں کے اہلکاروں نے ہڑتاں کر دی ہے۔ حتیٰ کہ جس وقت فرمان رو کی طرف سے ان حاکم صاحب کی معزولی اور گرفتاری کا حکم ہوتا ہے۔ تو وہی ماتحت و خدام جو کل تک ان کے اشaroں پر حرکت کر رہے تھے۔ ان کے ہاتھوں میں ہٹھکڑیاں ڈال کر جیل میں ٹھوں دیتے ہیں۔ فرشتوں کو آدم کے لیے سر بسجود ہونے کا جو حکم دیا گیا تھا اس کی نوعیت کچھ اسی قسم کی تھی۔ ممکن ہے کہ صرف مسخر و مطیع ہو جانے کو ہی سجدہ سے تعبیر کیا گیا ہو۔ مگر یہ بھی ممکن ہے کہ اس انتیاد کی علامت کے طور پر کسی ظاہری فعل کا بھی حکم دیا گیا ہو۔ اور یہی زیادہ صحیح معلوم ہوتا ہے۔ (واللہ اعلم بالصواب)

۳۔ انسان کو علوم سے نوازا گیا؟

انسان کو مختلف علوم سے نوازا گیا۔ جبکہ کچھ لوگ محض اپنی قیاس آرائیوں سے سمجھتے ہیں کہ انسان زمین پر جہالت کے گھٹاٹوپ اندر ہیروں میں بھیجا گیا تھا۔ بعد میں وقت گزرنے کے ساتھ انسان ترقی کرتا گیا اور پھر تاریکی سے علوم کی طرف آتا گیا دراصل حقیقت یہ ہے کہ انسان کو پورے علم کی روشنی اور راہنمائی وہدایت (کتاب، قرآن مجید) کے ساتھ دنیا میں زندگی گزارنے اور اپنے فرض منصبی (عبادت) کو ادا کرنے کے لیے بھیجا گیا۔ مختلف علوم سے اسے نوازا گیا۔ جسے وہ اپنے نفس کی شرارتیوں اور شیاطین جن و انس کے بہلانے اور پھسلانے سے بھولتا اور مرغخ کرتا رہا اور راہ مستقیم (عبادت، حاکمیت اللہیہ، قیامِ خلافت) کو گم کرتا رہا۔ ایک بنیادی سوال انسان کے ذہن میں اٹھتا ہے کہ وہ کون کون سے علوم ہیں۔ جو انسان کو عطا کیے گئے قرآن مجید کے ذریعے ہمیں اللہ رب العزت بتاتے ہیں کہ انسان کو دو مختلف قسم کے بڑے بڑے (Major) علوم سے نوازا گیا۔

۱۔ مقصد زندگی کا علم یعنی مقصد تخلیق انسانیت

۲۔ ضروریات زندگی کا علم

۳۔ مقصد زندگی کا علم :

یہ علم ہے جو انسان کی تخلیق سے پہلے ہی اللہ رب العزت نے متعین کر دیا تھا۔ اور فرمایا؛ انی جا علی فی الارض خلیفہ؛۔

کہ میں نے ایک ایسی مخلوق یعنی انسان کو تخلیق کرنا ہے۔ جس کا مقصد زندگی کیا ہوگا؟ اور فرشتوں سے فرمایا کہ: **إِنِّي أَعْلَمُ مَا لَا تَعْلَمُونَ**: جب کہ اللہ بزرگ و برتر نے انسان کو اپنے دونوں ہاتھوں سے بنا کر شرف بخشنا۔ یہ اعلان کر کے انسان کو اس کا مقام و مرتبہ اور تفویض کردہ کام بھی بتادیا۔ کہ اس نے زمین میں کیا کام کرنا ہے؟ اور اس کا مقام و مرتبہ کیا ہوگا؟ یعنی زمین میں وہ خلیفہ ہوگا۔ حاکم نہیں ہوگا۔؟ اس کا کام یہ ہوگا کہ میرے دینے ہوئے دین (نظام، شریعت، قوانین) اسلام کے مطابق دنیا کا انتظام و انصرام کرے گا۔ یعنی زندگی گزارے گا۔ نہ کہ اپنا دین (نظام، شریعت، قوانین) بنا کر اپنی حکمرانی کا دعویٰ کرے گا۔ اسی لیے انسان سے پھر یہ عہد بھی لیا..... تو پھر فرمایا:

﴿وَإِذَا أَخَذَ رَبُّكَ مِنْ بَنِي آدَمَ مِنْ طُهُورِهِمْ ذُرِّيَّتُهُمْ وَأَشْهَدَهُمْ عَلَى أَنفُسِهِمْ أَسْتُ بِرَبِّكُمْ قَالُوا بَلِّ شَهَدْنَا إِنْ تَقُولُوا يَوْمَ الْقِيَمَةِ إِنَّا كُنَّا عَنْ هَذَا غَافِلِينَ ﴿١٧٣﴾ أَوْ تَقُولُوا إِنَّا أَشْرَكَ أَبَا وَنَانَ مِنْ قَبْلِ وَكُنَّا ذُرِّيَّةً مِنْ بَعْدِهِمْ أَفَتَهْلِكُنَا بِمَا فَعَلَ الْبَطَّالُونَ ﴿١٧٤﴾ وَ كَذَلِكَ نُفَصِّلُ الْآيَتِ وَ لَعَلَّهُمْ يَرْجِعُونَ ﴿١٧٥﴾﴾ (الاعراف: ١٧٢ - ١٧٤)

”اے بنی اسرائیل! لوگوں کو یاددا و وہ وقت جب کہ تمہارے رب ذوالجلال نے بنی آدم کی پیشوں سے ان لوگوں کی نسل کو نکالا تھا۔ اور انہیں خود ان کے رو برو گواہ بناتے ہوئے پوچھا تھا۔ کیا میں تمہارا رب نہیں ہوں؟ انہوں نے جواب دیا! ضرور حضور! آپ ہی ہمارے رب کریم ہیں ہم اس پر گواہی دیتے ہیں۔ یہ ہم نے اس لے کیا کہ کہیں تم قیامت کے روز (جب واپس ہمارے پاس آؤ گے) یہ نہ کہہ دو..... کہ ہم تو اس بات سے بے خبر تھے (کہ آپ ہمارے رب ہیں)۔ یا یہ نہ کہنے لگو کہ شرک کی ابتداء تو ہمارے باپ دادا نے ہم سے پہلی کی تھی اور ہم بعد میں ان کی نسل سے پیدا ہوئے۔ پھر کیا آپ (اللہ رب العزت) ہمیں اس قصور میں کپڑتے ہیں جو باطل پرست لوگوں نے کیا تھا (یعنی نظام باطل / جاہلیت راجح کیا ہوا تھا) دیکھو! اسی طرح ہم نشانیاں واضح طور پر پیش کرتے ہیں، اور اس لیے کرتے ہیں کہ یہ لوگ پلٹ آئیں (یعنی اللہ رب العزت کے قانون / نظام، دین / حاکمیت الہی / نظام خلافت کی طرف آجائیں)۔“

یہ؛ الاست بربکم؛ فرمایا کہ انسان سے عہد بھی لیا گیا اور علم بھی دیا گیا کہ صرف اور صرف اللہ بزرگ و برتر کی ذات اقدس ہی وہ ذات گرامی ہیں جو تمام کائنات کی خالق و مالک، رازق اور حاکم ہیں۔ وہی ذات گرامی قدر انسان کی بھی الہ اور رب ہیں۔ لہذا اس بات کو بھولنا نہیں ہے۔ اس لیے اس ذات گرامی کے بغیر کسی کو اپنا خالق، مالک، رازق اور خاص کر حاکم نہیں بنانا اور نہ تسلیم کرنا ہے۔ اور نہ ہی اپنے فرضی منصبی / مقصد تخلیق / مقصد زندگی کو بھولنا ہے۔ کیونکہ اس فرضی منصبی کو ادا کرنا ہی انسان کی عبادت ہے۔ اور اس فرض / مقصد زندگی کو پورا کرنا راللہ رب العزت کو الہ ر رب تسلیم کرنا ہے۔ یہی توحید ہے کہ اگر انسان اللہ حکم الحاکمین کو حاکم (الہ) تسلیم نہیں کرے گا۔ تو یہ ہی شرک ہے۔ لہذا بار بار اس کی تاکید فرمائی گئی کہ کہیں یہ

- بھول نہ جانا کہ تم (انسان) کو زمین پر بطور غلیظہ تعینات کیا جا رہا ہے۔ کہیں تم (اپنے آپ کو)۔
- ۱۔ خود حاکم مطلق نہ بن جانا کہ اپنے قانون / نظام دین را کیم بننا کر زمین میں رہنا شروع کر دینا۔
 - ۲۔ نہ ہی کسی اور کو اپنارب / الہ حاکم بننا کر کسی اور کا قانون / نظام دین را کیم دنیا میں تسلیم کرنا۔
 - ۳۔ نہ ہی کسی اور کو اللہ تعالیٰ بزرگ و برتر کے بغیر اس کی صفات و ذات کے برابر درجہ دینا مثلاً ابلیس / جن / یا انس کو یا فرشتوں کو یا ولیوں، بزرگوں اور نبیوں کو؛ الہ، رب یا حاکم؛ بنالیتا۔
 - ۴۔ اپنے منصب کو نہ بھولنا کہ تم بطور خلیفہ بھیج جا رہے ہو نہ کہ حاکم۔ الہذا اللہ رب العزت کے قانون / نظام / کتاب / دین اسلام کے مطابق اپنی زندگی کو کہہ ارض میں گزارنا یعنی اللہ رب العزت کو ہی اپنا؛ الہ رب؛ بننا کر زندگی گزارنا ہے۔
 - ۵۔ اگر اللہ رب العزت کے دین اسلام (قرآن، قوانین، نظام خلافت) کے مطابق زندگی نہ گزارو گے تو یہ شرک ہے۔ اس کے لیے یہ بہانہ نہ بنانا کہ شرک (نظام باطل / جاہلیت) تو ہمارے آباً اجداد پہلے کر رہے تھے۔ ہم تو بے بس تھے۔ ہم تو نظام باطل میں پھنسنے ہوئے تھے۔ اس کو بدل نہ سکتے تھے اور دین را اسلام / قرآن کے مطابق زندگی نہ گزار سکتے تھے۔ الہذا، کیا آپ ہمیں پہلے آنے والے لوگوں کے شروع کیے ہوئے شرک (نظام باطل / جاہلیت) میں پکڑتے ہیں؟
 - ۶۔ یہ احکامات آیات تفصیل کے ساتھ اس لیے تو بتائی گئی ہیں کہ انسان اپنا طرز زندگی / نظام زندگی بدلتے۔ اور اپنے اللہ رب العزت کے دین اسلام (نظام خلافت) کی طرف پلٹ آئے اور اسے اپنا نظام زندگی بننا کر اپنی زندگی گزارے۔ ورنہ شرک کے مرتبہ ٹھہرائے جاؤ گے۔
 - ۷۔ ”ابلیس“، ”ذمن انسانیت“ کے متعلق بھی تمام معلومات سے آگاہ کر دیا گیا۔ جو انسان کو اپنے فرضِ منصی (عبدات، قیامِ دین و خلافت) پر چلنے اور ادا کرنے سے روکے گا۔ اور دھوکا اور فریب میں بیٹلا کرے گا۔
- پھر اسی عہد اور علم کو بار بار یاد کرایا گیا۔ بلکہ یاد دہانی کا کام اللہ رب العزت نے خود اپنے ذمہ لیا۔ اور یکے بعد دیگرے انبیاء و رسول اور کتابتیں بھیجتے تاکہ اس عہد اور علم کو بار بار انسان کو یاد کرایا جاسکے۔ اسی سلسلے کی آخری کڑی محمد رسول ﷺ تھے۔ جنہوں نے (رب العزت کی آخری کتاب) قرآن مجید کے ذریعے اس عہد اور علم کو انسانیت تک پہنچایا، اور پھر عملاً اس فرض منصی عبادت (قیامِ دین و خلافت) کو ادا کر کے انسان کو ایک اسوہ حسنہ، ماذل نمونہ دیا (Pratical Demonstration)۔ اسی لیے آپ کو محسن انسانیت اور رحمۃ اللعالمین کہتے ہیں۔
- اسی لیے جنت سے رخصت کرتے وقت اور زمین پر بھیجنے سے پہلے اللہ رب العزت نے انسان کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا تھا کہ.....

﴿قُلْنَا أَهْمِطْوًا مِنْهَا جَيْنِيًّا إِنَّمَا يُؤْتِنَنَّكُمْ مِنْ هُدَىٰ مَمْنُونٌ تَعْلَمُ هَذَا إِنَّمَا يَعْلَمُ فَلَا خُوفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزُنُونَ﴾^⑯

وَالَّذِينَ كَفَرُوا وَكَذَّبُوا بِأَيْتِنَا أُولَئِكَ أَصْحَبُ النَّارِ هُمْ فِيهَا خَلِدُونَ ﴿٣٩﴾ (البقرة: ٣٨-٣٩)

”هم نے فرمایا کہ تم سب یہاں سے اتر جاؤ پھر میری طرف سے جو ہدایات / احکامات / دین / رقانوں / نظام تمہارے پاس پہنچیں۔ تو جو لوگ میری اس ہدایت (قرآن / احکامات / دین) کی پیروی کریں گے (خلافت / حکومت قائم کریں گے) ان کے لیے کسی خوف اور رنج کا موقع نہ ہوگا۔ (امن و سلامتی ہوگی) اور جو اس کو قبول کرنے سے انکار کریں گے (قرآن / دین / رحمائی / قائم کیتی الہی قائم نہیں کریں گے) اور ہماری آیات / احکامات (قرآن) کو جھٹلانیں گے (بغافت کریں گے) وہ آگ میں جانے والے لوگ ہیں جہاں وہ ہمیشہ رہیں گے۔“
اور دوسرا جگہ فرمایا کہ.....

﴿قَالَ أَهْبَطَاهُ مِنْهَا جَيْعَانًا بَعْضُهُمُ لَبَعِضٍ عَدُوٌّ فَإِنَّمَا يَأْتِينَنَّهُمْ مُّتْهَىٰ هُدَىٰ فَمَنْ أَتَيَعْلَمُ هُدَىٰ فَلَا يَضِلُّ وَ لَا يَشْقَىٰ وَ مَنْ أَعْرَضَ عَنْ ذِكْرِنِي فَإِنَّ لَهُ مَعِيشَةً ضَنْكًا وَ حَشْرًا يَوْمَ الْقِيَمَةِ أَعْلَىٰ ﴾ (١٢٤-١٢٣)

”کہاب اگر میری طرف سے کوئی ہدایت / احکامات (قرآن) پہنچیں تو جو کوئی میری اس ہدایت کی پیروی کرے گا وہ نہ بھٹکے گا اور نہ بدجھتی اور شقاوت میں بنتلا ہوگا اور جو کوئی میرے ذکر قرآن سے منہ موڑے گا اس کے لیے دنیا میں معيشت تنگ کر دی جائے گی اور قیامت کے روز، ہم اسے انداھا اٹھائیں گے۔“

یہ تھا وہ مقصد زندگی کا علم جو انسان کو؛ الاست برکم؛ کے عہد کے ساتھ اور پھر انیاء و رسول کے ذریعے دیا گیا۔ تاکہ دنیا کی زندگی امن و سلامتی، عدل و انصاف اور حقوق انسانیت کے ساتھ گزار سکے۔

ب: ضروریاتِ زندگی کا علم:

انسان کی تخلیق کے بعد اللہ رب العزت نے کائنات کی تمام مخلوق کو اکٹھا کر کے اِنِّي جَاعِلٌ فِي الْأَرْضِ خَلِيفَةً اعلان کیا اور پھر تمام مخلوق کو اپنے خلیفہ کو سجدہ کا حکم دیا۔ تو ابلیس کے بغیر تمام مخلوق نے اللہ رب العزت کے حکم کی تعییل کی۔ ابلیس نے حکم ماننے سے انکار کر دیا۔

اس کے بعد اللہ سبحانہ و تعالیٰ نے آدم و حوا کو جنت میں رہنے کا حکم دیا (For Indoor Pratical Demonstration) اور ساتھ بتا دیا کہ ابلیس تمہارا دشمن ہے۔ اس سے فی کر رہنا اور فلاں درخت کے پاس نہ جانا۔ ورنہ ظالموں میں سے ہو جاؤ گے۔ جب ابلیس شیطان کے ورگلانے اور پھسلانے سے آدم و حوا دھوکے میں آگئے تو پھر اللہ رب العزت نے فرمایا۔

﴿وَلَقَدْ عَاهَنَا إِلَيْ أَدَمَ مِنْ قَبْلُ فَنَسَىٰ وَلَمْ نَجِدْ لَهُ عَزْمًاٰ وَإِذْ قُلْنَا لِلْمَلِكَةِ اسْجُدْنُوا لِإِدَمَ فَسَجَدُوا

إِلَّا إِلِیٰسَ طَأْبِي^{۱۶} فَقُلْنَا يَا ادْمُرْ لَنَّ هَذَا عَدُوُّ لَكَ وَ لِزُوْجِكَ فَلَا يُخْرِجُكُمَا مِنَ الْجَنَّةِ فَتَشْتَهِي^{۱۷} لَنَّكَ أَلَا
تَجُوْعَ فِيهَا وَ لَا تَعْرَى^{۱۸} وَ أَنَّكَ لَا تَظْمَئُ فِيهَا وَ لَا تَضْحِي^{۱۹} فَوَسُوْسَ إِلَيْهِ الشَّيْطَنُ قَالَ يَا ادْمُرْ هَلْ
أَدْلُكَ عَلَى شَجَرَةِ الْخُلْدِ وَ مُلْكِ لَآيَنِيلِ^{۲۰} (طہ: ۱۱۵ - ۱۲۰)

”کہ کیا میں نے تم کو ہدایت نہیں کی تھی کہ ایلیس کے دھوکے میں نہ آنا۔ اور فرمایا ہم نے اس سے پہلے
آدم کو ایک حکم دیا تھا گروہ بھول گیا اور ہم نے اس میں عزم نہ پایا..... ہم نے آدم سے کہا کہ دیکھو یہ
(ایلیس شیطان) تمہارا اور تمہاری بیوی کا دشمن ہے۔ ایسا نہ ہو کہ تمہیں جنت سے نکلوادے۔ اور تم
مصیبت میں پڑ جاؤ۔ یہاں تو تم نہ بھوکے رہتے ہو۔ اور نہ ننگے رہتے ہو۔ اور نہ پیاس لگتی ہے اور نہ
دھوپ ستائی ہے۔ لیکن ایلیس شیطان نے ان کو پھسلایا اور کہنے لگا کہ اے آدم بتاؤ تمہیں وہ درخت
جس سے ابدی زندگی اور لازوال سلطنت (حاکیت) حاصل ہوتی ہے؟“
اور پھر اللہ رب ذوالجلال فرماتے ہیں کہ.....

وَ عَلَمَ ادْمَرَ الْأَسْمَاءَ كَلَّهَا ثُمَّ عَرَضَهُمْ عَلَى الْمَلِكَةِ فَقَالَ أَنْبِيُونِي بِاسْمَاءَ هُوَ لَكَ إِنْ كُنْتُمْ صِدِّيقِينَ^{۳۱}
قَالُوا سُبْحَنَكَ لَا عَلَمَ لَنَا إِلَّا مَا عَلِمْنَا إِنَّكَ أَنْتَ الْعَلِيُّمُ الْحَكِيمُ^{۳۲} قَالَ يَا ادْمُرْ أَنْبِيَهُمْ بِاسْمَاءِهِمْ فَلَمَّا
أَنْبَاهُمْ بِاسْمَاءِهِمْ قَالَ الْمُأْفَلْ لَكُمْ إِنِّي أَعْلَمُ عَيْبَ السَّيِّوْتِ وَ الْأَرْضِ وَ أَعْلَمُ مَا تُبَدِّوْنَ وَ مَا كُنْتُمْ
تَكْتَبُونَ^{۳۳} وَ إِذْ قُلْنَا لِلْمَلِكَةِ اسْجُدْوَ لِالْأَدْمَرِ فَسَجَدَ وَ إِلَّا إِلِیٰسَ طَأْبِي وَ اسْتَكْبَرَ وَ كَانَ مِنَ الْكُفَّارِينَ^{۳۴} وَ قُلْنَا
يَا ادْمُرْ اسْكُنْ أَنْتَ وَ زَوْجُكَ الْجَنَّةَ وَ كُلَا مِنْهَا رَغْدًا حَيْثُ شِئْتُمَا وَ لَا تَقْرَبَا هَذِهِ الشَّجَرَةِ فَتَكُونُوا مِنَ
الظَّالِمِينَ^{۳۵} فَازْلَهُمَا الشَّيْطَنُ عَنْهَا فَأَخْرَجَهُمَا مِنَ كَانَافِيهِ وَ قُلْنَا اهْمِطُوا بَعْضَكُمْ لِبَعْضٍ عَدُوًّا وَ لَكُمْ فِي
الْأَرْضِ مُسْتَقْرَرٌ وَ مَتَاعٌ إِلَى حِيْنٍ^{۳۶} (البقرة: ۳۶ - ۳۱)

”اللہ رب العزت نے آدم کو ساری چیزوں کے نام سکھائے۔ پھر فرشتوں کے سامنے پیش کیا اور فرمایا کہ
اگر آپ سچے ہیں تو ذرا ان چیزوں کے نام بتلاؤ۔ تو پھر فرشتوں نے عرض کیا کہ نفس (شک) سے پاک
تو آپ رب العالمین کی ذات گرامی ہے۔ ہم تو بس اتنا علم رکھتے ہیں جتنا آپ نے ہمیں دیا ہے۔ آپ
ہی سب کچھ جانے اور سمجھنے والے ہیں..... اور پھر فرمایا کہ اب تم سب یہاں سے اتر جاؤ، تم ایک
دوسرے کے دشمن ہو اور تمہیں ایک خاص وقت تک زمین میں ٹھہرنا ہے۔ اور وہیں گزر بس رکنا ہے۔“

درج بالا آیات مقدسہ سے یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ دنیا کی زندگی میں خلافت (حاکیتِ الہی) کو قائم کرنے کے لیے
اور زندگی گزارنے کے لیے اشیاء ضروریہ کی ضرورت پڑنی تھی۔ اللہ رب العزت نے انسان کو وہ علوم پہلے ہی عطا فرما
دیئے تاکہ اپنی ضروریات زندگی کو پورا کرسکے۔ اگر وہ علوم جو کہ زندگی گزارنے کے لیے دنیا میں ضروری تھے نہ دیئے جاتے تو

ضروریاتِ زندگی کو کیسے پورا کیا جاتا۔ مثلاً گرمی سردی سے بچنے کے لیے ضروریات، دھوپ اور چھاؤں سے بچنے کی ضرورت، بھوک و بیاس کے لیے ضروریات زندگی، خوشی و غمی کی ضروریات، اور خاص طور پر آبادی کے بڑھنے کے لیے لوازمات کی ضرورت وغیرہ میں جنم کو ڈھانپنے کے لیے کپڑوں وغیرہ کی ضرورت، جھگڑے اور شمنی کی شکل میں بچاؤ کے لیے ہتھیاروں کی ضرورت اور دوسرے بے شمار لوازمات کی ضرورت تھی۔ لہذا انسان کو اسی وقت تمام علوم کا علم دے دیا گیا بلکہ انسان کی سرشنست رفطرت میں ودیعت کر دیا گیا۔ جو کہ بعد میں جیسے جیسے انسان کی ضروریات بڑھتی گئیں وہ علم بھی نظریہ ضرورت کے تحت بڑھتا رہا۔ اور آج خاص طور پر سائنسی علوم (فنون) کی شکل میں باام عروج پر پہنچ چکا ہے۔ لہذا یہ تمام علوم سیکھنا انسان کی زندگی کو گزارنے لیے ضروری ہیں۔ مثلاً فنکس، کیمسٹری، بیالوجی، میتھ، کمپوٹر سائنس، علم حیوانات، علم زراعت، سوچل سائنس، میڈیکل، انجینئرنگ سائنس، علم ارضیات، فلکیات، دوسری تمام سائنسز اور آرٹس وغیرہ۔

یہ تمام علوم اللہ تعالیٰ نے انسان کی فطرت و سرشنست میں ودیعت کر دیئے تھے۔ جو کہ اس کی اپنی ضروریاتِ زندگی کے لیے ضروری تھے۔ لہذا ان کی راہنمائی کے لیے بار بار انبیاء و رسول کا بھیجا ضروری نہ سمجھا گیا۔ جب کہ پہلا علم جو کہ انسان کی اپنی ذات اور ربِ ذوالجلال کے متعلق تھا۔ وہ کیونکہ انسان بار بار بھولتا، بکار تا اور مسخ کرتا رہا اس لیے اس کے لیے اللہ تعالیٰ اپنے انبیاء و رسول بار بار بھیجتے رہے اور راہنمائی کرتے رہے۔ دوسری وجہ بھولنے کی یہ بھی تھی کہ اس میں ہی انسان کی آزمائش تھی، امتحان تھا۔ جو کہ ابليس نے چلتی دیا تھا کہ میں انسان کو اللہ اکرم الحاکمین کے راستے (عبادت، قیامِ دین و خلافت) پر نہیں چلنے دوں گا۔ اس دشمن انسانیت کی دشمنی کی وجہ سے انسان دنیا میں آ کر اپنے اصل منصبِ فرض رڈیوٹی (عبادت، حاکمیت الہی، قیامِ خلافت) کو بھولتا رہا اور اب بھی بھولا ہوا ہے۔ کیونکہ یہ رڈیوٹی فرض منصی بڑی اہم اور نازک تھی اس لیے اس کے لیے اللہ رب العزت نے انسان کی راہنمائی وہدایت اپنے ذمہ لی اور بار بار انبیاء و رسول بھیجتے رہے۔

جبکہ دوسرے علوم (فنون) انسان کی زندگی کی ضروریات سے براہ راست تعلق رکھتے تھے۔ اس لیے نظریہ ضرورت کے تحت ترقی کرتے رہے۔ اور پھر شیطان ابليس بھی انسان کو خاص طور پر ان علوم کی ظاہری چکا چونداور سبز باغ (عوام کی حکمرانی کا خواب) دکھا کر الجھاتا رہا۔ بالآخر انسان ابليس کے سبز باغوں (عوام کی آزادی کا خواب و آزادی نسوان کا دھوکہ) اور ظاہری عیش پرستیوں (معیارِ زندگی کو بلند کرنے کا خواب) میں غرق ہوتا گیا۔ اور اپنے اصل فرض منصی (عبادت، قیامِ دین و خلافت) کو بھول گیا۔

اب کیونکہ ان علوم (فنون) کی بھی انسان کو دنیاوی زندگی میں ضرورت ہے اور اصل مقصدِ زندگی کو حاصل کرنے میں مدد و معاون ہے۔ لہذا اسلام و دین نے ان علوم کے حصول کو منع تو نہیں کیا ہے۔ بلکہ دنیاوی زندگی کے لیے ضروری قرار دیا ہے۔ اس لیے دونوں علوم کا حصول انسانیت کے لیے بہت ضروری ہیں۔

اسی لیے ربِ ذوالجلال نے اور رسول اللہ ﷺ نے دونوں علوم کے حصول کی تاکید کی ہے۔ اور علم کو حاصل کرنے کو

بہت زیادہ اہمیت دی ہے۔

فرمایا رب ذوالجلال نے!

﴿قُلْ هَلْ يَسْتَوِي الَّذِينَ يَعْلَمُونَ وَالَّذِينَ لَا يَعْلَمُونَ إِنَّمَا يَتَذَكَّرُ أُولُو الْأَلْبَابُ ﴾

(الزمر: ۹۰-۹۱)

”ان سے پوچھ کیا علم رکھنے (جاننے) والا اور نہ علم رکھنے (نہ جاننے) والا یکساں ہو سکتے ہیں؟ نصیحت کو عقل رکھنے والے ہی قبول کرتے ہیں۔“

پھر فرمایا رب العزت نے کہ!

﴿يَرْفَعُ اللَّهُ الَّذِينَ آمَنُوا مِنْكُمْ وَالَّذِينَ أُوتُوا الْعِلْمَ دَرَجَاتٍ وَاللَّهُ بِمَا تَعْمَلُونَ خَبِيرٌ ﴾

(المجادلہ: ۱۱۰-۱۱۱)

”ایمان رکھنے والوں میں سے جن کو علم بخشنا گیا ہے اللہ تعالیٰ بزرگ و برتر ان کو بلند درجے عطا فرمائیں گے۔ کیونکہ اللہ رب العزت جانتے ہیں جو تم لوگ کرتے ہو۔“

﴿وَقُلْ رَبِّنِي عِلْمًا﴾ (طہ: ۲۰-۲۱)

اللہ بزرگ و برتر نے ایمان رکھنے والوں میں سے جن کو علم بخشنا گیا ان کے درجات بلند کیے ہیں اور خود دعا بھی سکھائی ہے فرمایا رب ذوالجلال نے کہ آپ ﷺ فرمادیجیے کہ؛ قُلْ رَبِّنِي عِلْمًا؛ دعا کرو کہ اے رب العزت (حاکم علی) میرے علم میں زیادتی فرم۔“

سورہ الزمر کی آیت ۹ میں اللہ رب العزت فرمारہے ہیں کہ کیا علم رکھنے والے اور لا علم برابر ہو سکتے ہیں؟ یہاں علم سے مراد وہ کون سا علم ہے؟ جسے اگلی آیات نمبر ۱۰-۱۵ میں وضاحت سے فرمایا گیا۔ کہ یہ علم ہے۔ فرمایا:

﴿قُلْ يَعِيَّدُ الَّذِينَ آمَنُوا تَقْوَارَبَكُمْ لِلَّذِينَ أَحْسَنُوا فِي هَذِهِ الدُّنْيَا حَسَنَةٌ وَأَرْضُ اللَّهِ وَاسِعَةٌ إِنَّمَا يُوَفَّى الصَّدِرُونَ أَجْرُهُمْ بِغَيْرِ حِسَابٍ قُلْ إِنِّي أُمِرْتُ أَنْ أَعْبُدَ اللَّهَ مُخْلِصًا لَهُ الدِّينَ وَأُمِرْتُ لَا نَأْكُونَ أَوَّلَ الْمُسْلِمِينَ قُلْ إِنِّي أَخَافُ إِنْ عَصَيْتُ رَبِّي عَذَابَ يَوْمِ عَظِيمٍ قُلِ اللَّهُ أَعْبُدُ مُخْلِصًا لَهُ دِينِي فَاعْبُدُ وَمَا يَشْعُتمُ مِنْ دُونِهِ قُلْ إِنَّ الْحُسْنَى لِلَّذِينَ حَسِرُوا أَنفُسَهُمْ وَأَهْلِيهِمْ يَوْمَ الْقِيَمَةِ لَاذِلَكَ هُوَ الْحُسْرَانُ الْمُبْيِنُ﴾ (الزمر: ۳۹-۱۵)

”وہ علم ہے یہ کہ۔ اے نبی ﷺ! آپ میرے بندوں کو اعلان کر دیں کہ اے ایمان لانے والو (یعنی دین باطل چھوڑ کر دین حق قبول کرنے والو) اپنے رب العزت (حاکم، معبود) کی نافرمانی سے ڈرتے ہوئے زندگی گزاریں۔ کیونکہ آخرت کا احسن انجام اس کو نصیب ہو گا، جو احسن عمل (عبادت، قیام دین و

خلافت) اس دنیا کی زندگی میں کرے گا، کیونکہ اللہ رب العزت کی زمین بہت وسیع ہے۔ اس لیے صبر و ثبات سے احسن عمل (قیامِ دین و خلافت) کی محنت و کوشش کرنے والوں کو بے حد و حساب اجر سے نوازا جائے گا۔ ۱۰۔ آپ اعلان کر دیں۔ مجھے یہ حکم دیا گیا ہے کہ میں اللہ رب العزت کی عبادت (قیامِ دین و خلافت کا احسن عمل) کروں، غالص دین اسلام کو اپنا تے (نافذ کرتے) ہوئے۔ ۱۱ اور یہ بھی حکم دیا ہے کہ میں سب سے پہلے دین اسلام میں داخل ہو جاؤں (مسلم بن جاؤں) ۱۲ اور یہ بھی بتائیں کہ اگر میں اپنے رب العزت (حاکم، معبدو) کی نافرمانی کروں تو مجھے قیامت کے ہولناک دن کے عذاب سے ڈر گلتا ہے۔ ۱۳ اور یہ بھی اعلان کر دیں کہ میں تو غالص دین اسلام کو اپنا دین زندگی بناتے ہوئے اللہ رب العزت کی عبادت کرتا ہوں۔ ۱۴۔ البتہ تم ان (اللہ تعالیٰ) کے علاوہ جس کی چاہو عبادت کرو۔ ان کو بتا دو کہ اصل خسارہ (نقسان) ان لوگوں کا ہے جو قیامت کے دن اپنے آپ کو اور اپنے گھر والوں کو نقسان میں مبتلا کریں گے، یاد رکھو یہ انسان کا بیان (کھلا) خسارہ (نقسان) ہے۔“

پھر فرمایا رب ذوالجلال نے!

۱۔ ﴿أَرَّحْمَنُ۝ لَا۝ عَلَّمَ۝ الْقُرْآنَ۝ خَلَقَ۝ الْإِنْسَانَ۝ لِعَلَّمَهُ۝ الْبَيَانَ۝﴾ (الرحمن: ۱۶۵۵ - ۴)

”رحمٰن نے قرآن کا علم دیا۔ اسی رحمان نے انسان کو پیدا کیا۔ اور اسے بولنا سکھایا۔“

سورۃ الرحمن کی درج بالا آیات میں یہ بات واضح طور پر فرمائی گئی ہے کہ قرآن کی تعلیم اور علم انسان کو بذریعہ نبی ﷺ کریم دیا گیا اس سے خود بخود یہ بات واضح ہو گئی کہ بندوں کی ہدایت کے لیے قرآن کا علم نازل کیا جانا یہ سراسر اللہ رب العزت کی رحمانیت ہے۔ وہ چونکہ اپنی مخلوق ر انسان پر بے انتہا مہربان ہیں اس لیے رب العزت نے یہ گوارانہ کیا کہ انسان کو علم کے بغیر تاریکی میں بھلکتا ہوا چھوڑ دیں۔ اس لیے اللہ رب العالمین کی رحمت کا تقاضا تھا کہ رحمت العالمین کے ذریعہ قرآن بھیج کر انسان کو وہ علم عطا فرمائیں کہ جس کو قائم کر کے وہ دنیا میں راہ راست (عبادت، قیامِ دین و خلافت) پر چل کر امن و سلامتی اور عدل و انصاف اور انسانیت کی فلاح و بہود پا سکیں اور آخرت میں ابدی فلاح پا سکیں۔

۲۔ چونکہ اللہ بزرگ و برتر نے انسان کو تخلیق کیا۔ لہذا خالق و حاکم کی یہ ذمہ داری ہے کہ وہ اپنی مخلوق کی راہنمائی کریں۔ اسے وہ راستہ، اصول و ضوابط (دین اسلام) بتائیں جس سے وہ اپنا مقصد تخلیق پورا کر سکے۔ اس لیے قرآن کریم کی تعلیم دینا رب کریم کی رحمانیت ہی کا تقاضا نہیں، بلکہ اس کے خالق و حاکم ہونے کا لازمی اور فطری تقاضا ہے کہ وہ اپنی مخلوق کی راہنمائی کریں، خالق، و حاکم اپنی مخلوق کی راہنمائی نہ کریں تو اور کون کرے گا؟ وہ خالق و حاکم ہی راہنمائی نہ کریں تو اور کون کر سکتا ہے؟

خالق و حاکم کے لیے اس سے بڑا عیوب اور کیا ہو سکتا ہے کہ جس مخلوق کے ذریعے وہ اپنی حکومت قائم کروانا چاہتے ہیں۔

اسے اپنی حکومت کے قوانین و ضوابط اور طریقہ کار رہ سیکھائیں۔ درحقیقت اللہ تعالیٰ کی طرف سے انسان کے علم اور تعلیم قوانین و ضوابط کا انتظام ہونا کوئی عجیب بات نہیں ہے۔ بلکہ اگر یہ انتظام نہ ہوتا تو یہ عجیب ہی نہیں بلکہ بہت بڑا خلا ہوتا اور انسان کے پاس اپنے بچاؤ کے لیے جھت ہوتی کہ اے رب کریم مجھے تو اصول و ضوابط اور طریقہ کار ہی نہیں بتائے گئے۔

پوری کائنات کا بغور مطالعہ کریں تو رب کائنات نے جو چیز بھی بنائی ہے اس کو محض پیدا کر کے چھوڑنیں دیا گیا ہے۔ بلکہ اس کو موزوں ترین ساخت دی ہے۔ وہ رب العزت کے قوانین و ضوابط میں جگڑی ہوئی ہے۔ تاکہ اپنے مقصد وجود کو احسن طریقہ سے انجام دے سکے۔ وہ اللہ بزرگ و برتر کے قوانین و اصول سے سرموانحراف نہیں کر سکتی۔ اس کو اپنے فرائض کو پورا کرنے کا طریقہ سکھایا گیا ہے۔ خود انسان کے اپنے جسم کا ایک ایک رونگٹا اور ایک ایک خلیہ (Cell) وہ کام سیکھ کر پیدا ہوا ہے جو اسے (انسانی) جسم میں انجام دینا ہے۔ پھر آخر انسان بجائے خود اپنے خالق و حاکم کی تعلیم و راہنمائی (قرآن، دین) سے بے نیاز یا محروم کیسے ہو سکتا ہے۔ جب کہ اس کے ذمہ رب کائنات نے وہ منصب دیا ہے۔ جس سے بڑا منصب اور بڑی امانت کائنات میں کسی مخلوق کو نہیں دی گئی۔ اسی لیے رب کائنات نے قرآن کریم میں مختلف انداز سے اس بات کو سمجھایا ہے۔ فرمایا: ﴿إِنَّ عَلَيْنَا الْهُدَىٰ﴾ (اللیل: ۱۲۰۹۲) ”رب العزت فرماتے ہیں کہ انسان کو اپنے فرضی منصبی کو ادا کرنے کے لیے راہنمائی دینا ہمارے ذمہ ہے۔ پھر ارشاد فرمایا: (سورہ النحل: ۹، ۱۲) میں ﴿وَعَلَى اللَّهِ قَصْدُ السَّبِيلِ وَمِنْهَا جَائِزٌ﴾ ”کہ یہ اللہ بزرگ و برتر حکم الحاکمین کے ذمہ ہے کہ وہ انسان کو سیدھا راستہ بتائیں۔“ جبکہ ٹیڑھے راستے بہت سے ہیں۔

﴿فَاتَّيْهُ نَفْوُلًا إِنَّا رَسُولًا رَّبِّكَ فَأَرْسِلْ مَعَنَا بَنِي إِسْرَائِيلَ وَلَا تُعَذِّبْهُمْ قَدْ جِئْنَاكَ بِأَيَّةٍ مِّنْ رَّبِّكَ وَالسَّلَامُ عَلَى مَنِ اتَّبَعَ الْهُدَىٰ إِنَّا قَدْ أُوْحَى إِلَيْنَا أَنَّ الْعَذَابَ عَلَى مَنْ كَذَّبَ وَتَوَلَّٰ قَالَ فَمَنْ زَكِّيْمَا يُمُولِى قَالَ رَبُّنَا الَّذِي أَعْطَى كُلَّ شَيْءٍ خَلْقَةً ثُمَّ هَدَىٰ﴾ (سورہ ط: ۵۰۔ ۳۷) میں فرمایا کہ جب فرعون نے مویٰ علیہ السلام کی زبان سے پیغام رسالت سننا تو حیرت سے پوچھا کہ آخر وہ رب تمہارا کون سا ہے جس نے میرے پاس رسول بھیجا ہے۔ تو مویٰ نے جواب دیا۔ ہمارے رب کریم وہ ہیں جنہوں نے ہر چیز کو اس کی مخصوص ساخت عطا کی اور پھر اس کی راہنمائی کی یعنی وہ اصول و ضوابط بتائے (کتاب دی) جس سے وہ اپنے مقصد تخلیق کو پورا کر سکے۔ یہی وہ ہٹوس دلیل ہے۔ جس سے ایک غیر متصرف ذہن اس بات پر مطمئن ہو جاتا ہے کہ انسان کی تعلیم کے لیے اللہ بزرگ و برتر کی طرف سے رسولوں اور کتابوں کا آنا یعنی تقاضائے خالق، مالک، رازق اور حکم الحاکمین ہے۔

۳۔ انسان کو بولنا سکھایا میں لفظ بیان استعمال ہوا ہے۔ جس کا ایک مطلب تو اظہار مافی افسوس کے ہے۔ یعنی بولنا اور اپنا مطلب و مدعای بیان کرنا۔ دوسرے معنی ہیں کہ حالات و واقعات میں فرق و امتیاز کی وضاحت کرنا یعنی احساسات کو بیان کرنا۔ بالفاظ دیگر خیر و شر اور بھائی و براہی کے احساسات کو امتیاز سے بیان کرنا۔

بولنا وہ خوبی اور امتیازی و صفت ہے جو صرف انسان کو عطا کیا گیا۔ اور انسان کو دوسرا تام مخلوقات اور حیوانات سے متاز کرتا ہے۔ (اس کی تفصیل دیکھیں۔ انسان کی فطری صلاحیتیں)۔

پھر رب العزت نے فرمایا کہ!

﴿إِقْرَأْ بِاسْمِ رَبِّكَ الَّذِي خَلَقَ الْإِنْسَانَ مِنْ عَنْقٍ إِقْرَأْ وَ رَبُّكَ الْأَكْرَمُ الَّذِي عَلِمَ بِالْقَلْمَنْ ﴾
عَلِمَ الْإِنْسَانَ مَا لَمْ يَعْلَمْ ﴾ (العلق: ۱۰۹-۱۱۰)

”اے نبی! پڑھیں اپنے رب عظیم (حاکم علی) کے نام سے جنہوں نے پیدا کیا۔ جسے ہوئے خون کے لوثکر سے انسان کی تخلیق کی۔ پڑھیں کہ آپ کارب العزت (حاکم علی) بڑا ہی کریم ہے۔ جنہوں نے قلم کے ذریعہ سے علم سکھایا۔ انسان کو وہ علم دیا۔ جسے وہ نہ جانتا تھا۔“

درج بالا آیات میں معلوم ایسا ہوتا ہے کہ فرشتہ نے نبی رَبِّ الْكَلْمَنْ کو کہا آپ پَنْتَهَنْ نے فرمایا کہ میں پڑھا ہوانیں ہوں۔ جیسے کہ وہی کے الفاظ تحریر یا لکھی ہوئی شکل میں آپ کے سامنے پیش کیے گئے۔ اور اسے پڑھنے کے لیے کہا۔ اگر لکھی ہوئی شکل میں نہ ہوتے تو فرشتہ کہتا کہ آپ جیسے میں پڑھتا جاؤں ویسے پڑھتے جائیں تو آپ یہ نہ کہتے کہ میں پڑھا ہوانیں ہوں۔

فرشتہ نے آپ کو اپنے رب العزت کے نام سے شروع کر کے پڑھنے کو کہا۔ یہ وہی سبق تھا جو؛ السُّتْ برَبِّكُمْ؛ فرمائے انسان کو دیا گیا تھا۔ یعنی رب کا وہی تصور دیا گیا جو پہلے ہی انسان کی ذریت کو دیا گیا تھا۔ رب سے مراد وہی تصور ڈھن نشین کروانا مقصود تھا کہ وہ رب العزت حاکم کائنات ہیں۔ ان کے حکم کے تحت آپ پڑھیں اور اسی مقصد تخلیق آدم کو اپنے سامنے رکھیں۔ اور وہی مقصد تخلیق ہی کا علم اللہ رب کریم کی طرف سے دیا جا رہا ہے۔ جبکہ انسان کی حیثیت بھی ساتھ ہی بتائی جا رہی ہے۔ کہ انسان کی ابتدا جس حقیر ترین پانی سے کی گئی اور پھر اس انسان کو صاحب علم بنایا جا رہا ہے جو کہ آدمیت کا بلند ترین مرتبہ ہے۔ اسے اپنے مقصد زندگی کا علم ہی نہیں دیا گیا بلکہ اس کو قلم کے استعمال سے لکھنے کا فن سکھایا جو بڑے پیانے پر علم کی اشاعت، ترقی اور نسل در نسل اس کی بقاء اور تحفظ کا ذریعہ بنایا۔ اگر الہامی طور پر انسان کو قلم اور کتابت کے فن کا یہ علم نہ دیا جاتا تو انسان کی علمی قابلیت ٹھہر کر رہ جاتی ہے۔ اور اسے نشوونما پانے، پھیلنے اور ایک نسل کے علوم دوسرا نسلوں تک پہنچنے اور آگے مزید ترقی کرتے چلے جانے کا موقع ہی نہ ملتا۔

قلم انسانی زندگی میں ایک خاص اہمیت کا حامل ہے۔ اس کی اہمیت کا اندازہ اس بات سے لگایا جاسکتا ہے کہ اللہ تعالیٰ خود فرمائے ہیں کہ علم کو سکھانے کا ذریعہ قلم ہے۔ دوسری اہم بات یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ بزرگ و برتر نے انسان کی تخلیق سے بھی پہلے قلم کو بنایا۔ حدیث مبارکہ ہے کہ فرمایا رسول اللہ ﷺ نے!

”اللہ تعالیٰ نے سب سے پہلے قلم کو پیدا فرمایا اور اس کو لکھنے کا حکم دیا۔ اس نے تمام باتیں جو قیامت تک

ہونے والی تھیں لکھ دیں۔“

قلم اس اعتبار سے بھی خاص ہے کہ یہ ان چار مبارک چیزوں میں سے ایک ہے جن کو اللہ بزرگ و برتر نے اپنے دست مبارک سے بنایا۔

۱- قلم ۲- آدم نبی ﷺ ۳- جنت عدن

ان کے علاوہ باقی تمام چیزیں امر کرن سے وجود میں آئیں۔

”اگر قلم نہ ہوتا تو زندگی کے بہت سے شعبوں کو چلانے میں شدید مشکلات ہوتیں۔ قادہ رضی اللہ عنہ نے

فرمایا کہ ”قلم اللہ بزرگ و برتر کی بہت بڑی نعمت ہے۔ اگر یہ نہ ہوتا تو دین قائم رہتا نہ دنیا کا نظام۔“

اسی طرح علی رضی اللہ عنہ نے قلم کے متعلق فرمایا ”اگر قلم نہ ہوتا تو دین دنیا کے تمام کام م uphol و مخل ہو جاتے۔“

پھر رب العزت فرماتے ہیں کہ !!

﴿نَّ وَالْقَلْمَ وَمَا يَسْطُرُونَ ﴾ (القلم: ۸)

”قلم ہے قلم کی اور اس چیز کی جسے لکھنے والے لکھ رہے ہیں۔“

اللہ رب العزت قسم اٹھا رہے ہیں قلم کی۔ اور پھر اس چیز کی یعنی قرآن کی اور پھر لکھنے والے لکھ رہے۔ اس سے قلم کی اور قرآن کی اہمیت کا اندازہ لگائیں کہ جس چیز کی اللہ رب العزت قسم کھا رہے ہیں۔ کتنی اہم ہے۔ یعنی قلم اور قرآن کریم۔ قلم کے بغیر علم اور قرآن کو محفوظ نہیں کیا جاسکتا اور قرآن کریم کے بغیر دینِ نظامِ الہی کو قائم نہیں کیا جاسکتا۔ قرآن کریم کا قیام ہی دراصل دینِ الہی (قیامِ خلافت) کے قیام کا سبب ہے۔ جو کہ انسان کا مقصد تحقیق ہے لہذا مقصد تحقیق انسان کے لیے قلم اور قرآن کریم دونوں ہی انتہائی اہم اور ضروری ہیں۔

اسی لیے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا؟

۱۔ ”علم کا حصول ہر مسلمان مرد اور عورت پر فرض ہے۔“ (ابن ماجہ)

۲۔ ”حکمت و دانائی مومن کی گم شدہ میراث ہے۔ جہاں سے ملے اسے حاصل کرے۔“ (فرمان رسول اللہ ﷺ)

۳۔ ”تم میں سے بہترین وہ ہے۔ جو قرآن خود سمجھے اور دوسروں کو سمجھائے۔“ (ترمذی)

۴۔ ”ادب سے بڑھ کر کوئی عطیہ باپ اپنے بچے کو نہیں دے سکتا۔“ (ترمذی، احمد)

۵۔ ”دوآ دمیوں سے حسد (یعنی رشک) جائز ہے۔ ایک وہ شخص جسے اللہ تعالیٰ نے مال دیا وہ اسے حق (یعنی قیامِ دینِ حق و خلافت) کے راستے میں لٹاتا ہے۔ اور دوسرا وہ شخص جسے اللہ تعالیٰ نے حکمت و دانائی عطا کی اور وہ اس کے مطابق فیصلے کرتا ہے اور دوسروں کو سمجھاتا ہے۔“ (متقن علیہ)

فرمایا رب ذوالجلال نے!

﴿هُوَ الَّذِي بَعَثَ فِي الْأُمَمِ رَسُولًا مِنْهُمْ يَتَوَلَّهُمْ أَيْتَهُمْ وَيُزَكِّيهُمْ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ وَإِنْ كَانُوا مِنْ قَبْلٍ لَكَفُى ضَلَالٌ مُّمِينٌ﴾ (الجمعه: ۲۶)

”اللہ رب العزت وہ ذات گرامی ہیں جنہوں نے امیوں میں سے ایک رسول مبعوث فرمائے، جو انہیں اللہ تعالیٰ کی آیات (احکامات) سناتے ہیں۔ ان کی زندگی کو سنوارتے ہیں۔ اور ان کو کتاب اور حکمت کی تعلیم دیتے ہیں۔ حالانکہ اس سے پہلے وہ بالکل گمراہی میں پڑے ہوئے تھے۔“

فرمایا رب ذوالجلال نے!

﴿فَلَمَّا جَاءَهُمْ رَسُولُهُمْ بِالْبَيِّنَاتِ فَرَحُوا بِمَا عِنْدُهُمْ وَهَاقَ بِهِمْ مَا كَانُوا بِهِ يَسْتَهِنُونَ﴾ (المؤمن: ۴۰)

”کہ جب ان کے رسول ان کے پاس بینات لے کر آئے تو وہ اسی علم میں مگن رہے جوان کے پاس تھا، اور پھر اسی چیز کے پھیر میں آگئے جس کا وہ مذاق اڑاتے تھے۔“

جب بھی کوئی نبی یا رسول اللہ تشریف لائے تو لوگوں کے پاس ضروریاتِ زندگی یا سائنسی علوم (فنون) ہوا کرتے تھے اور وہ لوگ انہی علوم کو ہی اصل علم سمجھتے رہے کیونکہ یہ علوم ان کی ضروریاتِ زندگی کو پورا کرتے اور سہولیات مہیا کرتے ہیں۔ جب کہ پہلا علم مقدمہِ زندگی کا علم جوانیاء بار بار لاتے رہے۔ وہ لوگ مسخ کرتے رہے اور بار بار بھولتے رہے۔ اور شیطان اپلیس بھی انہیں دھوکہ دے کر پھسلاتا رہا۔ لہذا جب بھی کبھی انیاء و رسائل تشریف لائے تو انسان ان کا مذاق اڑاتے رہے اور اپنی ضروریاتِ زندگی کے علوم میں مگن اور بچنے رہے اور اپنے زندگی کے دین (قوانين و ضوابط، آئین) کو بدلنے کی کوشش دھتیجونے کرتے۔ حالانکہ انیاء تو ان کو بھولا سبق ”الست بر بکم“ یاد دلانے آتے رہے۔

نبی کریم رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

(إِنَّمَا بِعِيشَتُ مُعَلِّمًا)

”محظی معلم بنا کر بھیجا گیا ہے۔“

رسول اللہ ﷺ نہ صرف معلم اخلاق و علم تھے بلکہ عوام انساں کے مرتبی بھی تھے۔

ایک حدیث میں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ معلم کے حق میں کائنات کی ہرشتے دعا کرتی ہے۔ ؟معلم الخیر

يستغفر له كل شيء، (ترمذی)

نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ.....

((تعلموا العلم و علموا الناس)) (بیہقی)

”لوگو! پہلے خود علم حاصل کرو پھر دوسروں کو علم سکھاؤ۔“

نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ

((بلغوا عنی ولو آیة)) (بخاری)

”خواہ تمہیں میری ایک آیت ہی معلوم ہواں کو دوسروں تک پہنچاؤ (تلیغ و اشاعت کرو)۔“

نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ ”جو شخص علم رکھتا ہوا اور پوچھنے پر بھی ظاہرنہ کرے تو قیامت کے دن اس کے منہ میں آگ کی لگام لگائی جائے گی۔“ (ترمذی)

نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ ”جو شخص وہ علم سیکھے جس سے اللہ رب العزت کی خوشنودی حاصل ہوتی ہے۔ لیکن وہ اس کو دنیاوی اغراض حاصل کرنے کے لیے پڑھے تو ایسا شخص قیامت کے دن جنت کی خوشبو بھی نہ سونگھ سکے گا۔“

۳۔ انسان کو مختلف طاقتوں اور صلاحیتوں سے نوازا گیا؟

کار خلافت کی امانت کو ادا کرنے کے لیے انسان کو اللہ رب رحمن نے مختلف اخلاقی، ذہنی، روحانی اور جسمانی صلاحیتیں، طاقتیں عطا فرمائیں اور اعضاء و جوارح ایسے عطا کیے کہ وہ خلافتِ ارضی (قیامِ دین و خلافت) کے کام (ڈیوبی، عبادت) کو بحسن و خوبی انجام دے سکے۔

۱۔ انسان کی جسمانی ساخت ایک انعام

۲۔ فرمایا ربِ ذوالجلال نے!

﴿قَالَ يٰابْلِيُّسْ مَا مَنَعَكَ أَنْ تَسْجُدَ لِيَا خَلْقُتُ بِيَدِيٍّ أَسْتَكْبِرُتَ أَمْ كُنْتَ مِنَ الْعَالَمِينَ﴾

(سورۃ ص: ۳۸/۷۵)

”اے ابلیس تجھے کس چیز نے انسان کو سجدہ کرنے سے منع کیا، جسے میں نے اپنے دونوں ہاتھوں سے بنایا (یہ انسان کے افضل و اشرف ہونے کی دلیل ہے کہ اللہ رب العزت نے خود اپنے دونوں ہاتھوں سے بنایا)، تو کیا تم نے تکبر کیا ہے؟ یا تو اپنے آپ کو اعلیٰ وارفع سمجھتا ہے؟“

۲۔ فرمایا ربِ ذوالجلال نے.....

﴿إِنَّ اللَّهَ الَّذِي جَعَلَ لَكُمُ الْأَرْضَ قَارَأً وَالسَّمَاءَ بَنَاءً وَصَوَرَكُمْ فَآهَاسَنَ صُورَكُمْ وَرَزَقَكُمْ مِّنَ الطَّيِّبَاتِ ذِلِّكُمُ اللَّهُ رَبُّكُمْ فَتَبَرَّكَ اللَّهُ رَبُّ الْعَالَمِينَ﴾ (سورۃ المومن: ۴۰/۶۴)

”وہ اللہ رب العزت ہی تو ہیں جنہوں نے تمہارے لیے زمین کو جائے قرار بنایا اور اپر آسمان کا گنبد (چھت) بنادیا۔ اور تمہاری صورت بنائی اور بڑی ہی عمدہ (احسن) بنائی۔ اور تمہیں پاکیزہ رزق دیا۔ وہی اللہ تعالیٰ ہی تمہارے رب (حاکمِ اعلیٰ) ہیں۔ وہی اللہ بزرگ و برتر بے حساب برکتوں والے

کائنات کے بھی رب (حاکم، مبود) ہیں۔“

۳۔ فرمایا رب ذوالجلال نے !!

﴿خَالِقُ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ بِالْحَقِّ وَصَوَّرُكُمْ فَآهَانُكُمْ صُورَتُمْ وَلِلَّٰهِ الْبَصِيرُ﴾^①

(سورۃ التغابن: ۳۰۶۴)

”اللّٰه رب العزت نے زمین اور آسمانوں کو برحق (دین حق پر) پیدا کیا اور تمہاری صورت بنائی اور بڑی عمدہ (احسن) بنائی اور آخر کار اللہ بزرگ و برتر کی طرف تمہیں پلٹنا ہے۔“

۴۔ فرمایا رب ذوالجلال نے !

﴿إِلَّٰهٌ يُخَلِّقُ كُلَّ شَيْءٍ فَسَوْلٰكَ فَعَلَّكَ لِفِي آئِي صُورَةٍ مَا شَاءَ رَبِّكَ طِلْبٌ﴾ (سورۃ الانفطار: ۸-۷۸۸۲)
”رب کریم نے تجھے پیدا کیا۔ تجھے نک سک سے درست کیا، تجھے متناسب بنایا۔ اور جس صورت میں چاہا تجھے جوڑ کر تیار کیا۔“

۵۔ فرمایا رب ذوالجلال نے !

﴿نَحْنُ خَلَقْنَاهُمْ وَشَدَّدْنَا أَسْرَهُمْ وَإِذَا شِئْنَا بَدَلْنَا آمْثَالَهُمْ تَبْدِيلًا﴾ (الدھر: ۲۸۷۶)
”ہم نے ان (انسانوں) کو پیدا کیا اور ان کے جوڑ بند مضبوط کیے۔“ اور جب چاہیں ان کی شکلوں کو بدل کر رکھ دیں۔“

درج بالا آیات کا بغور جائزہ لیا جائے تو درج ذیل نقاٹ کھل کر سامنے آتے ہیں:

۱۔ نظام کائنات ایک ایسا دین ہے جو اللہ بزرگ و برتر کے حکم اور حکومت کے تحت ایک برحق نظام کے طور پر چل رہا ہے۔ اور کائنات ارض و سماء کوئی کھیل تماشے کے طور پر نہیں بنائی گئی۔ بلکہ ایک نہایت سنجیدہ، متوازن، مربوط دین (نظام) کے تحت چل رہی ہے۔ جس میں کسی قسم کا جھوول یا خلاء آپ کوئی مل سکتا۔ اسی طرح انسان کی دنیا میں موجودہ سائنسیک ترقی اور ایجادات بھی زبان حال سے پکار رہی ہیں کہ کائنات کا نظام الٰہ پر نہیں بلکہ خالق و مالک اور حاکم کی مربوط حکومت کے تحت چل رہا ہے۔

۲۔ پھر زمین کو تمہارے لیے محفوظ اور پرامن جائے قرار اور گھوارہ بنادیا۔ پھر رب کریم کی کمال مہربانی سے تم نے اپنے لیے پاکیزہ رزق کا ایک وسیع خوان یعنی بچھا ہوا پایا۔ کھانے اور پینے کا ایسا پاکیزہ اور صحت بخش سامان کیا جو بالکل زہر ملا نہیں، بلکہ خوش ذات، مفید غذائی مادوں سے مالا مال ہے۔ جو تمہارے جسم کی پرورش اور نشوونما کے لیے موزوں ترین ہے۔ یہ پانی، غلے، ترکاریاں یہ مہم قسم چل، دودھ، گوشت، شہد، نمک، مرچ، اور مختلف نوع کے مصالحے جو تمہاری غذا کے لیے موزوں اور زندگی کی طاقت، اور لطف کو دو بالا کرنے والے اور زمین سے پے در پے نکلنے ہوئے خزانے۔ جس

کی رسد کا سلسلہ ٹوٹنے والا نہیں۔ یہ اس بات کا صریح ثبوت ہے کہ اس کائنات ارض و سماء کو پیدا کرنے والا صرف خالق ہی نہیں بلکہ مالک، رازق اور رحمان و رحیم اور حکم الحاکمین بھی ہے۔

۳۔ تمہارے لیے تمام انتظام و انصرام کرنے کے بعد انسان کو خود اپنے دلوں ہاتھوں سے بنایا وہ بھی اس طرح کہ بہترین جسم نہایت موزوں اعضاء، نہایت اعلیٰ درجہ کی جسمانی و ذہنی قوتوں کے ساتھ، یہ سیدھا قامت و قد، یہ دو ہاتھ اور دو پاؤں، یہ آنکھیں، ناک اور یہ دو کان، یہ بلوتی ہوئی زبان اور بہترین صلاحیتوں کا مخزن دماغ بنانے والے قادر و رحمان نے عطا کیا اور پھر اپنے مقصدِ تخلیق کو پورا کرنے کے لیے تمہیں بے نظیر و بے مثال جسم و صلاحیتیں دے کر پیدا کیا۔

انسان کو بہترین ساخت و صورت پر بنایا۔ یعنی اس کو وہ قوتیں اور صلاحیتیں بھی عطا کیں جن کی وجہ سے کائنات کی تمام مخلوقات پر افضل و اکرم کا درجہ پایا۔ اس بنا پر رب رحمان کے فضل و کرم سے اس قابل ہوا کہ ان تمام موجودات پر حکمرانی کرے جو زمین اور اس کے گرد و پیش میں پائی جاتی ہیں۔ اپنے رب کریم کے قرآنِ ردن کو اپنے اختیار و ارادہ سے کرہ ارضی پر قائم و نافذ کرے۔ اس لیے اس کو ایسے حواس اور ایسے آلات علم و عمل دیئے گئے جن کے ذریعہ سے وہ ہر طرح کی معلومات حاصل کرتا ہے۔ اس کے سوچنے سمجھنے اور معلومات کو جمع کرنے اور ان سے نتائج اخذ کرنے کے لیے اور اعلیٰ درجہ کا ذہن و دماغ دیا۔ اس کو اخلاقی حس اور قوت تمیز دی گئی جس کی بنا پر وہ بھلائی اور برائی، صحیح اور غلط میں فرق کرتا ہے۔ اس کو قوت فیصلہ دی گئی جسے وہ استعمال کر کے اپنی راہ عمل کا خود انتخاب کرتا ہے اس کو آزادی یہاں تک دی گئی کہ چاہے تو اپنے حاکم (اللہ رب العزت) کا حکم مانے یا انکار کر دے۔ اور پھر انسان کو اللہ رب العزت نے سارے اختیارات کے ساتھ اپنی تمام مخلوقات پر تصرف و اقتدار بخشتا۔ جو کہ عملاً وہ اپنے اقتدار کے لیے استعمال کر رہا ہے۔ خواہ وہ خلافت کی شکل میں ہو یا بغاوت کی شکل میں۔

۴۔ ان باتوں سے جو اور پر دی گئی ہیں منطقی نتیجہ کے طور پر خود بخود یہ بات نکلتی ہے۔ اور رب کائنات اور حکم الحاکمین نے بھی فرمایا کہ آخر پلٹ کر آنا تو ہمارے پاس ہی ہے۔ ظاہر بات ہے کہ جب ایسے حکیمانہ اور با مقصد نظام کائنات میں انسان جیسی با اختیار مخلوق اپنی صلاحیتوں اور مضبوط ساخت کے ساتھ اور پھر پورے اختیارات دے کر پھیجی گئی ہے تو حکمت کا تقاضا ہرگز نہیں ہے۔ کہ اسے شتر بے مہار اور غیر ذمہ دار بنا کر چھوڑ دیا جائے۔ بلکہ اس کا تقاضا ہے کہ وہ اپنے اللہ رب العزت (خلق، مالک اور حاکم) کے سامنے جواب دہ ہو۔ جنہوں نے اسے اتنا بلند مرتبہ و مقام کائنات میں عطا کیا ہے۔ پلٹنے سے مراد مجھ سے پلٹنا نہیں بلکہ جواب دہی کے لیے پلٹنا ہے۔ یہ واپسی صاف ظاہر ہے کہ دوسری زندگی میں ہوگی۔ جب پوری نوع انسانی کو از سر نو زندہ کر کے بیک وقت محابیت کے لیے اکھٹا کیا جائے گا۔ اور اس محابیت کے نتیجے میں جزا و سزا اس بنیاد پر ہوگی کہ انسان نے اللہ رب العزت کے دیے ہوئے اختیارات ارض کو صحیح طریقہ سے استعمال کیا یا غلط؟ دوسرے الفاظ میں اللہ تعالیٰ کے دیے گئے فرض رذیوئی (عبادت) کو پورا کرنے میں اپنی

زندگی کو صرف کیا یعنی اللہ رب العزت و بزرگ و برتر کے دینِ نظام زندگی کو قائم و نافذ کر کے زندگی گزاری یا بغاوت میں زندگی گزاری۔ خلافت کے قیام کی شکل میں جزا سے نواز جائے گا۔ اور بغاوت (نظام باطل، جمہوریت یا سو شلزم) کی شکل میں سزا دی جائے گی۔ جو جنت اور دوزخ کی شکل میں ہوگی۔

(ب) انسان کو حواس کی صلاحیتیں بخشیں

۱۔ فرمایا رب ذوالجلال نے!

**﴿وَهُوَ الَّذِي أَنْشَأَ لَكُمُ السَّمْعَ وَالْأَبْصَارَ وَالْأَفْئَدَةَ قَلِيلًا مَا تَشْكُرُونَ ﴾ وَهُوَ الَّذِي ذَرَكُمْ فِي الْأَرْضِ وَ
إِلَيْهِ تُحْشَرُونَ ﴾ (المؤمنون: ۷۸، ۷۹)**

”وہ اللہ رب العزت ہی تو ہیں جنہوں نے تمہیں سننے، دیکھنے کی قوتیں دیں اور سوچنے کے لیے دل دیا۔ مگر تم لوگ کم ہی شکر گزار ہوتے ہو۔ وہی تو رب العزت ہیں جنہوں نے زمین میں تمہیں پھیلایا اور انہیں کے پاس (عدالت میں) تم سب کو جمع کیا جائے گا۔“

۲۔ فرمایا رب ذوالجلال نے!

**﴿إِنَّا خَلَقْنَا إِلَيْكُمْ إِنْسَانَ مِنْ نُطْفَةٍ أَمْشَاجٌ لَّبَّيْلِيَهُ فَجَعَلْنَاهُ سَبِيعًا بَصِيرًا إِنَّا هَدَيْنَاهُ السَّبِيلَ إِنَّمَا شَاكِرًا وَ
إِنَّمَا كَفُورًا ﴾ (الدهر: ۳، ۲۷۶)**

”ہم نے انسان کو ایک مخلوط نطفہ سے پیدا کیا تاکہ اس کا امتحان لیں اور اس غرض کے لیے ہم نے اسے سننے اور دیکھنے والا بنایا، ہم نے اسے راستہ (قرآن، دین) دکھادیا، خواہ شکر کرنے والا بننے یا کفر کرنے والا (ایمان لائے یا انکار کر دے)۔“

۳۔ فرمایا رب ذوالجلال نے!

**﴿قُلْ هُوَ الَّذِي أَنْشَأَكُمْ وَجَعَلَ لَكُمُ السَّمْعَ وَالْأَبْصَارَ وَالْأَفْئَدَةَ قَلِيلًا مَا تَشْكُرُونَ ﴾ قُلْ هُوَ الَّذِي
ذَرَكُمْ فِي الْأَرْضِ وَإِلَيْهِ تُحْشَرُونَ ﴾ (الملک: ۶۷، ۲۳)**

”ان سے کہو اللہ رب العزت ہی ہیں جنہوں نے تمہیں پیدا کیا، تم کو سننے، دیکھنے کی طاقتیں عطا کیں اور سوچنے، سمجھنے والے دل دیئے، مگر تم کم ہی شکر ادا کرتے ہو۔ ان سے کہو اللہ بزرگ و برتر ہی نے تمہیں زمین میں پھیلایا اور انہی کی عدالت میں تم سب کو اکٹھا کیا جائے گا۔“

درج بالا آیات سے بغور جائزہ لینے کے بعد جو نقاط واضح ہوتے ہیں وہ یہ ہیں:

۱۔ اللہ بزرگ و برتر نے انسان کو ارفع و اعلی مقام دیا تھا۔ جانور یا حیوان نہیں بنایا تھا۔ اے بد نصیب انسان یہ آنکھ، کان اور دل و دماغ تم کو کیا اس لیے دیئے گئے تھے کہ تم بس ان سے وہ کام لو جو حیوان لیتے ہیں؟ کیا ان کا مصرف صرف

بھی ہے کہ تم جانوروں کی طرح جسم نفس کے مطالبات و خواہشات پورے کرنے کی تلاش میں رہو۔ یا اپنا معیارِ زندگی بلند کرنے کی فکر اور عیش و عشرت کی ہی تدبیریں سوچتے رہو؟

تمہارا یہ کام نہیں تھا کہ جو گمراہی دنیا میں پھیلی ہواں کے پیچھے آنکھیں بند کر کے چل پڑو اور کچھ نہ سوچو اور سمجھو کہ وہ راہ صحیح ہے یا غلط۔ تم تو بنائے گئے تھے انسان لیکن بن کر رہ گئے حیوان؟ جن آنکھوں، کانوں اور دل و دماغ کو استعمال کر کے صحیح راستے پان تھا وہ تمام بند کر کے غلط را ہوں پر چلتے رہو۔

دوسرے الفاظ میں نظام باطل پہلے اگر چل رہا تھا تو پھر تو نے اس کو بدلنے کی کوشش کیوں نہ کی اور اللہ رب العزت کی حاکمیت (دین و خلافت) کو کیوں نہ قائم کیا۔

۲۔ کبھی ان صلاحیتوں کو استعمال کر کے سوچا کہ انسان کی دنیا میں کیا حیثیت ہے؟ اور دنیا کی انسان کے لیے کیا اصل حقیقت ہے؟

در اصل انسان درختوں اور جانوروں کی طرح نہیں ہے کہ اس کا مقصد تخلیق یہیں اس دنیا میں پورا ہو جائے۔ اور بس مر کر فنا ہو جائے۔ نہ ہی یہ دنیا انسان کے لیے دارالعذاب ہے۔ جیسا کہ راہب سمجھتے ہیں۔ نہ دارالجزا ہے جیسے تناخ کے قائلین سمجھتے ہیں۔ نہ چراگاہ اور ترقی گاہ جیسا کہ مادہ پرست سمجھتے ہیں۔ اور نہ رزم گاہ جیسا کہ ڈارون اور مارکس کے پیروکار سمجھتے ہیں۔ بلکہ یہ انسان کے لیے ایک امتحان گاہ ہے۔ جسے انسان کو اس دنیا میں عمر کی شکل دی گئی ہے۔ حقیقت میں وہ امتحان کا وقت ہے، جو اسے یہاں دیا گیا ہے۔ انسان کی قوتیں، صلاحیتیں اور سامان زیست کے تصرف کے موقع اور اختیارات اور انسانوں کے درمیان تعلقات و معاملات سب اصل میں امتحان کے پرچے ہیں۔ اور زندگی کے آخری سانس تک ان بے شمار امتحان کے پرچوں کا سلسلہ جاری رہتا ہے۔ اس کا نتیجہ دنیا میں نہیں بلکہ اخروی زندگی میں نکلا ہے۔ کیا اس نے یہ تمام معاملات زندگی اللہ بزرگ و برتر کے احکامات قرآن، یادین کے مطابق طے کیے۔ یا اپنی مرضی رخواہش ریا اپنے بنائے قانون/نظام، آئین کے مطابق نہیا۔ بس اسی اصول کے مطابق اس کا نتیجہ نکلے گا۔

۳۔ گذشتہ آیات میں انسان کے لیے سبیع و بصیر اور الافعیدہ کے الفاظ استعمال ہوئے ہیں جس سے مراد ہے کہ اسے ہوش گوش رکھنے والا بنا یا۔ اور پھر دل والا بنا یا۔ یعنی سوچنے اور سمجھنے کی صلاحیتیں دیں۔ مگر ہر عربی دان بخوبی سمجھتا ہے۔ کہ حیوان کے لیے سبیع و بصیر اور سوچنے سمجھنے والے کے الفاظ کہیں بھی استعمال نہیں ہوئے۔ حالانکہ حیوان بھی کان، آنکھ، دل اور دماغ رکھتے ہیں۔ لہذا یہاں سننے، دیکھنے اور سمجھنے سے مراد وہ قوتیں نہیں ہیں جو حیوانات کو بھی دی گئی ہیں۔ بلکہ اس سے مراد وہ ذرائع و وسائل ہیں جو انسان اپنے علم کو حاصل کرنے اور اس سے نتائج اور مشارکات اخذ کرنے میں استعمال کرتا ہے۔

علاوہ بریں ساعت اور بصارت انسان کے ذرائع علم میں چونکہ سب سے زیادہ اہم ہیں اس لیے اختصار کے طور پر

صرف انہی کا ذکر کیا گیا ہے۔ ورنہ اس سے اصل مراد انسان کے تمام حواس ہیں جن کے ذریعہ وہ معلومات حاصل کرتا ہے۔ پھر انسان کو جو حواس دیتے گئے ہیں وہ اپنی نوعیت اور اہمیت میں ان سے مختلف ہیں جو حیوانات کو دیتے گئے۔ کیونکہ انسان کے ہر حاسہ کے پیچھے ایک سوچنے اور سمجھنے والا دماغ کام کر رہا ہوتا ہے۔ جو معلومات، نتائج اور مشاہدات کے ذریعے ایک رائے قائم کرتا ہے۔ اور پھر فیصلے کرتا ہے۔ جو اس کے رویہ زندگی کو ظاہر کرتے ہیں۔

لہذا اللہ بزرگ و برتر کا یہ فرمان کہ انسان کی زندگی اور پھر موت کا مقصد اس کا امتحان لینا ہے۔ اور پھر یہ فرمایا کہ اسی غرض کے لیے ہم نے اس کو سمیع و بصیر بنایا۔ دراصل یہ معنی رکھتا ہے کہ اللہ بزرگ و برتر نے انسان کو علم و عقل کی طاقتیں عنایت کیں تاکہ وہ امتحان دینے میں کامیاب ہو سکے۔

۳۔ ”اللہ بزرگ و برتر مزید فرماتا ہے ہیں کہ ہم نے انسان کو محض علم و عقل اور سوچنے سمجھنے کی قوتیں وصلہ حیثیتیں ہی عنایت نہیں کیں۔ بلکہ اس کو سیدھے راستے کی راہنمائی بھی فرمائی اور واضح طور پر شکر کا راستہ اور کفر کا راستہ بتا دیا۔ پھر یہی نہیں بلکہ اس کو پورا اختیار دیا۔ چاہے تو شکر کا راستہ اپنانے اور چاہے تو کفر کا راستہ اپنانے۔ دوسرے الفاظ میں خواہ اپنے لیے دین / نظام خلافت کو اپنی زندگی میں اپنانے۔ یا کوئی بھی اپنا۔ یعنی انسان کا بنا یا ہوا نظام اپنی زندگی میں اختیار کرے۔ اسی لیے اللہ رب العزت نے فرمایا:

﴿إِنَّا هَدَيْنَاهُ السَّبِيلَ﴾ (الدھر: ۳۷۶) اور فرمایا: ﴿وَهَدَيْنَا النَّاجِدَينَ﴾ (البلد: ۱۰۹۰)

”اور ہم نے انسان کو دونوں راستے نمایاں کر کے بتا دیئے۔ اور پھر قسم ہے (انسان کے) نفس کی اور اس ذات کی جس نے انسان کو استوار کیا، پھر فخور اور اس کا تقویٰ دونوں اس پر الہام کر دیئے۔“

ان تمام تصریحات کو نگاہ میں رکھ کر دیکھا جائے اور ساتھ ان تمام تفصیلی بیانات کو بھی نگاہ میں رکھا جائے جن میں اللہ بزرگ و برتر نے انسان کی ہدایت کے لیے دنیا میں کیا کیا انتظامات کیے تو معلوم ہوتا ہے کہ اس آیت میں راستہ دکھانے سے مراد راہنمائی کی کوئی ایک صورت نہیں بلکہ بہت سی صورتیں ہیں مثلاً۔

ا۔ انسان کو علم و عقل کے ساتھ اخلاقی حس بھی عنایت کی گئی جس کی بدولت وہ بھلائی اور برائی میں تمیز کرتا ہے۔ بعض افعال و اوصاف کو اچھا جانتا ہے۔ اور بعض کو برا جانتا ہے۔ اگرچہ بعض دفعہ ایک برائی کو جس میں خود بنتا ہوتا ہے جب دوسرے شخص کو اس میں بنتا دیکھتا ہے تو اس پر چیخ اٹھتا ہے۔ تو اس وقت معلوم ہوتا ہے۔ کہ اگرچہ خود اپنی کسی نفسانی خواہش اور مفاد کی خاطر اس میں بنتا تھا لیکن وہ اس کو حقیقت میں برا ہی سمجھتا ہے۔ اور جب کسی شخص میں کوئی نیکی اور اچھائی پاتا ہے تو اس کو قدر کی نگاہ سے دیکھنے پر مجبور ہوتا ہے۔

ب۔ اللہ بزرگ و برتر نے ہر انسان میں ضمیر (نفس لومہ) نام کی ایک چیز رکھ دی ہے۔ جو اسے ہر اس موقع پر ٹوکتی (Strik) ہے جب وہ برائی کا ارادہ کرتا ہے۔ یا کر رہا ہوتا ہے۔ یا کر چکا ہوتا ہے۔ اس حس کو خواہ وہ کتنا دبائے یہ

انسان اس کو دبانے یا فنا کرنے میں ناکام ہے۔ انسان ڈھپت بن کر اپنے آپ کو بے خمیر ثابت کر سکتا ہے۔ جب تیں بنَا کر لوگوں کو دھوکا دے سکتا ہے۔ اپنے نفس کو فریب دینے کے لیے عذرات تراش سکتا ہے۔ لیکن اللہ بزرگ وبرتر نے خمیر نام کی جو چیز انسان کے اندر پیدا کی ہوئی ہے۔ وہ اسے بار بار یادھانی کرتی رہتی ہے۔ وہ چھپنی نہیں رہتی۔ یہی بات سورۃ قیامت میں فرمائی گئی۔ انسان خود اپنے آپ کو خوب جانتا ہے۔ خواہ وہ لکنی معدۃ تین پیش کرے۔

ج۔ انسان کے اپنے وجود اور اس کے گرد و پیش زمین سے لے کر آسمان تک ساری کائنات میں بے شمار نشانیاں موجود ہیں جو یہ خبر دے رہی ہیں کہ یہ سب کچھ کسی اللہ احسن الخالق (خالق و حاکم) کے بغیر نہ تخلیق ہو سکتا ہے اور نہ قائم رہ سکتا ہے اور نہ بہت سے اللہ تعالیٰ اس کا رخانہ کائنات کو بنانے اور چلانے والے ہو سکتے ہیں۔ اسی طرح نفسی اور آفاقی نشانیاں قیامت اور آخرت پر بھی صریح دلالت کر رہی ہیں۔ انسان اگر اپنی آنکھیں بند کر لے، یا عقل سے کام نہ لے یا خالق کو تسلیم کرنے سے جی چڑائے تو یہ اس کا اپنا قصور ہے۔ ورنہ خالق کائنات نے تو خالق کے نشانات کھول کر اس کے سامنے رکھ دیئے۔

د۔ انسان کی اپنی زندگی کے حالات و واقعات اور گزری ہوئی تاریخ کے تجربات یہ ثابت کرتے ہیں کہ کوئی ما فوق الفطرت ہستی دنیا اور ساری کائنات پر حکومت و فرمازوائی کر رہی ہے۔ جس کے سامنے انسان بالکل بے بس ہے۔ اس ہستی کی قدرت و حکومت ارض و سماء پر غالب ہے۔ اور جس ہستی ماوراء کا انسان محتاج ہے اور اس کی مدد کا طلب گار ہے۔ یہ تجربات و مشاہدات صرف خارجی دنیا میں نہیں بلکہ انسان کے اپنے وجود میں شواہد موجود ہیں جس سے بڑے سے بڑا دہریہ اور مشرک بھی انکار نہیں کر سکتا۔ بلکہ برا وقت آنے پر اللہ بزرگ وبرتر کے سامنے دعا کے لیے یا مدد کے لیے ہاتھ پھیلا دیتا ہے۔

ر۔ آج بھی انسان کی عقل اور فطرت تسلیم کرتی ہے کہ جرم کی شکل میں سزا اور عدمہ خدمات کی صورت میں صلحہ مانا ضروری ہے۔ اسی دنیا میں ہر معاشرے میں عدالتی نظام کسی شکل میں قائم اور موجود ہے۔ یہ اس بات کا صریح ثبوت ہے کہ اخلاق اور قانون کے درمیان ایک ایسا لازمی مسلم تعلق ہے جس سے انکار انسان کے لیے ناممکن ہے۔ اس کے باوجود بے شمار ایسے جرائم ہیں جن کی سزا یا پوری سزا اس دنیا میں دی ہی نہیں جاسکتی۔ اور بے شمار خدمات ایسی ہیں جن کا صلحہ تو کیا کوئی کچھ بھی خدمت کرنے والے کو نہیں مل سکتا۔ تو پھر آخرت اور قیامت کے دن کو ماننے کے بغیر کوئی چارہ ہی نہیں۔

ط۔ ان تمام راہنمائی کے ذرائع کی مزید مدد و معاونت کے لیے اللہ بزرگ وبرتر نے انسان کو واضح اور صریح راہنمائی وہدایت کے لیے دنیا میں انبیاء و رسول اور کتابیں نازل کیں۔ جن میں صاف صاف بتا دیا گیا ہے کہ شکر کی راہ یعنی اللہ تعالیٰ کی عبادت و طاعت و فرمانبرداری کی راہ کوئی ہے اور کفر یعنی اللہ تعالیٰ کے انکار اور اس کی نافرمانی کا راستہ کو نہیں۔

ہے۔ انبیاء اور کتابوں کی لائی ہوئی یہ تعلیمات بے شمار محسوس اور غیر محسوس طریقوں سے اتنے بڑے پیانے پر ساری دنیا میں پھیلی ہوئی موجود ہیں کہ کوئی انسانی آبادی اللہ رب العزت کے وجود اور حکومت کے تصور، آخرت کے محابے کے تصور، نیکی اور بدی، خیر و شر کے فرق و امتیاز اور ان کے پیش کردہ اخلاقی اصولوں اور قانونی احکام سے ناواقف نہیں ہے۔ اور نہ کتابوں اور انبیاء و رسول کے تعارف سے ناواقف ہیں۔

ج۔ انسان میں اپنی روح پھونکی را انسانی ”روح“، اللہ رب رحمن کا انعام؟

۱۔ فرمایا رب ذوالجلال نے!

﴿فَإِذَا سَوَّيْتُهُ وَنَفَخْتُ فِيهِ مِنْ رُوحِي فَقَعُوا لَهُ سَجِدِينَ﴾ (الحجر: ۱۵)

”جب میں اس (انسان) کو مکمل (اعضاء و جوارح) بنا چکوں اور میں اپنی ”روح“ سے کچھ پھونک دوں تو تم سب اس کے آگے سجدے میں گرجانا۔“
ب۔ پھر فرمایا رب العزت نے۔

﴿ثُمَّ سَوِّلْهُ وَنَفَخْ فِيهِ مِنْ رُوحِهِ وَجَعَلَ لَكُمُ السَّمْعَ وَالْأَبْصَارَ وَالْأَفْدَةَ قِلِيلًا مَا تَشْكُرُونَ﴾ (السجدة: ۹)

”پھر میں نے اس (انسان) کا انک سک درست کیا (جسم کے اعضاء و جوارح کمکل کیے) اور اس کے اندر اپنی روح پھونک دی اور تم کو کان دیئے، آنکھیں دیں، اور دل دیئے، تم لوگ کم ہی شکرگزار ہوتے ہو۔“

ان آیات میں خاص طور پر اللہ بزرگ و برتر نے انسان کے جسم کو اعضاء و جوارح سے کمکل کرنے کے بعد اپنی خاص عنایت کا ذکر کیا ہے۔ جسے ”روح“ کا نام دیا گیا ہے۔

- ۱۔ روح سے مراد گھض وہ زندگی (میں) نہیں ہے۔ جس کی بدولت ایک ذی حیات کی مشین متھک ہوتی ہے۔
- ۲۔ بلکہ اس سے مراد وہ خاص جوہر ہے جو فکر و شعور، عقل و تمیز، فیصلہ و اختیار اور علم و مشاہدات وغیرہ کی صفات انسانی کو پیدا کرتا اور پروان چڑھاتا ہے۔ ”روح“ دراصل صفات الہی کا ایک عکس یا پرتو ہے جو انسان کا لبدخاکی میں ڈالا گیا ہے۔ اسی عکس اور پرتو کی وجہ سے انسان زمین پر رب العزت کا خلیفہ اور ملائکہ سمیت تمام موجودات ارض وسماء کا مسجد و قرار پایا۔ اسی کی بدولت انسان تمام دوسری مخلوقات سے ممتاز ایک صاحب شخصیت ہستی، صاحب انا ہستی اور حامل خلافت ہستی بنتا ہے۔

اس روح کو اللہ رب رحمن نے اپنی روح یا تو اس معنی میں فرمایا کہ وہ انہی کی ملک (ملکیت) ہے اور ان کی ذات پاک کی طرف اس کا انتساب اسی طرح کا ہے جس طرح ایک چیز اپنے مالک کی طرف منسوب ہو کہ اس کی چیز کہلاتی ہے۔ یا پھر

اس کا مطلب یہ ہے کہ انسان کے اندر علم، فکر، سوچ، شعور، ارادہ، فیصلہ، اختیار وغیرہ کے اوصاف جو پیدا ہوئے ہیں۔ وہ سب اللہ تعالیٰ بزرگ و برتر کے پرتو ہیں۔ ان کا منجع و سرچشمہ مادے کی کوئی ترکیب نہیں ہے بلکہ اللہ رب العزت کی ذات با برکات ہے۔ اللہ بزرگ و برتر عالم الغیب سے اس کو علم ملا ہے۔ اللہ تعالیٰ کی حکمت سے اس کو داناً و حکمت ملی ہے۔ رب العزت کے اختیار سے اس کو اختیار ملا ہے۔ یہ اوصاف حمیدہ کسی بے علم، بے دانش و بے اختیار ماذد سے انسان کو نہیں ملے۔

۳۔ یہ عظیم القدر روح، رب رحمن کی عنایت وفضل ”روح“ اتنے بلند پایہ اوصاف کے ساتھ تم کو اس لیے تو عطا نہیں کی گئی تھی کہ تم دنیا میں جانوروں کی طرح رہو، بھیڑ و بکریوں کی طرح رہو۔ تمہاری زندگی کا نقشہ جگل کا نقشہ اور لا قانونیت اور انسانیت کی تباہی و بر بادی کا نقشہ پیش کر رہا ہو۔

یہ آنکھیں تمہیں چشم بصیرت سے دیکھنے کے لیے دی گئی تھیں نہ کہ جانوروں کی طرح اندھے بن کر رہے کے لیے یہ کان تمہیں گوش ہوش سے سننے کے لیے دیئے گئے تھے نہ کہ بہرے بن کر رہے کے لیے۔ یہ دل و دماغ اس لیے دیئے تھے کہ حقیقت کو سمجھو، صحیح راہ فکر و عمل کو اختیار کرو اور اپنے اللہ رب العزت کی لگائی ہوئی ڈیوٹی رفرض منصب (عبادت) کو ادا کرو نہ کہ اس لیے کہ اپنی پوری صلاحیتیں صرف اپنی حیوانی زندگی کی پروشوں اور نفسانی خواہشیات کی تیکیل اور عیش و عشرت کے لیے وسائل فراہم کرنے میں لگا دو۔ یا اپنے خالق و حاکم کی خلافت و حکومت قائم کرنے کی بجائے بخاوت کرنے لگو۔

جب تم اپنی حیوانی اور نفسانی خواہشات کے غلام بن کر جسم و نفس کی لذتوں میں غرق ہو جاتے ہو یا خود؛ الہ، حاکم، رب؛ یا دوسرے حاکموں / بندوں کے بندے یا غلام بننے لگتے ہو تو گویا یہ ثابت کرتے ہوئے کہ اس منصب خلافت کے اہل نہیں ہو بلکہ تمہیں ایک بندر، بھیڑیا، ریچھ، کوا، گدھا یا بیل ہونا چاہیے تھا۔

د۔ انسان کو بیان کرنا سکھایا

فرمایا رب العزت نے.....

﴿اللَّهُمَّ إِنِّي أَعُلَّمُ الْقُرْآنَ ۖ طَلَقَ الْإِنْسَانَ ۖ طَعْلَمَهُ الْبَيَانَ﴾ (الرَّحْمَن: ۱۰۵ - ۴)

”رحم نے، اس قرآن کی تعلیم دی۔ انہوں نے انسان کو پیدا کیا، اور اسے بولنا سکھایا۔“

ان آیات کریمہ میں اللہ رب العزت فرمائے ہیں کہ:

۱۔ کہ انسان کو قرآن کی تعلیم اللہ رب رحمن نے خود عطا کی ہے۔ یعنی انسان کے لیے قرآن کریم کی تعلیم سراسر اللہ بزرگ و برتر کی رحمت ہے۔ اللہ سبحانہ و تعالیٰ چونکہ اپنی مخلوق پر بے انتہاء مہربان اور رحم کرنے والے ہیں۔ اس لیے ان کی رحمت نے یہ گوار نہیں کیا کہ انسان جہالت کی تاریکیوں میں بھکلتا پھرے۔ اسی لیے ان کی رحمت کا یہ تقاضا ہوا کہ وہ قرآن صحیح کر تمہیں وہ علم عطا فرمائیں جس سے دنیا میں اللہ کی حاکیت یعنی خلافت قائم کر کے انسان را سترست / مستقیم پر چلے اور پھر اخروی زندگی میں نجات و فلاح پائے۔

۲۔ اللہ رب العزت کی رحمانیت کا تقاضا ہے کہ وہ خود اپنی مخلوق انسان کی راہنمائی فرمادیں۔ اگر وہ اپنی مخلوق کی راہنمائی نہیں فرمائیں گے تو اور کون فرمائے گا۔

۳۔ پھر فرمایا کہ انسان کو بولنا سکھایا۔ یعنی اپنے مانی انخییر کے اظہار کا طریقہ سکھایا۔ یعنی بولنا اور اپنا مطلب و مدعای بیان کرنا سکھایا۔ دوسرے الفاظ میں اچھائی اور برائی، خیر اور شر، عدل اور ظلم کا امتیاز کرنا اور اس کے مطابق اپنا مدعای و مطلب بیان کرنا۔

بولنا اور مدعای و مطلب بیان کرنا ہی وہ بنیادی وصف اور صلاحیت ہے جو انسان کو حیوانات اور دوسری تمام ارضی مخلوقات سے ممیز کرتی ہے۔ یہ محض قوت گویائی ہی نہیں بلکہ اس کے پیچھے عقل اور شعور، فہم و ادراک، تمیز و ارادہ اور دوسری ذہنی قوتیں کا فرمہ ہوتی ہیں جن کے بغیر انسان کی قوت ناطقہ کام نہیں کر سکتی۔ اس لیے بولنا اور مدعای بیان کرنا دراصل انسان کو ذہنی شعور اور ذی اختیار مخلوق ہونے کی صریح اور کھلی علامت ہے۔ جو اللہ بزرگ و برتر کی طرف سے انسان کو امتیازی وصف کے طور پر انعام دیا گیا۔ اور پھر خاص طور پر قرآن کی تعلیم بھی انسان کو اللہ رحمان کی طرف سے بطور رحمت عطا کی گئی جو کسی بے شعور اور بے اختیار مخلوق کو نہیں دی جاسکتی۔

اس طرح دوسرا امتیازی وصف اخلاقی جس ہے جو اللہ رب العزت نے انسان کے اندر رکھ دی ہے۔ جس کی وجہ سے انسان فطری طور پر نیکی اور بدی، حق اور ناحق، ظلم اور انصاف، بجا اور بے جا کے درمیان فرق اور امتیاز کرتا ہے۔ یہ احساس اور وجدان انتہائی گمراہی کی حالت میں بھی اس کے اندر موجود ہتا ہے۔

ان دونوں امتیازی حضو صیات کا لازمی تقاضا یہ ہے کہ انسان کی شعوری اور امتیازی زندگی کے لیے تعلیم کا طریقہ اس پیدائشی طرین تعلیم سے مختلف ہو جس کے تحت مچھلی کو تیرنا، پرندے کو اٹانا، اور خود انسانی جسم کے اندر پلک جھپکنا، آنکھ کو دیکھنا، کان کو سستنا، اور معدے کو ہضم کرنا سکھایا ہے۔ انسان خود اپنی زندگی کے اس شعبے میں استاد اور کتاب اور مدرسے اور تبلیغ و تلقین اور تحریر و تقریر اور بحث و استدلال جیسے ذرائع کو وسیلہ تعلیم مانتا اور گروانتا ہے۔ اور پیدائشی علم و شعور کو کافی نہیں سمجھتا۔ اور پھر یہ بات آخر کیوں عجیب ہو کہ انسان کے خالق و حاکم پر اس کی راہنمائی کی جو زمداداری عائد ہوتی ہے اسے ادا کرنے کے لیے اس نے رسول اور کتاب کو تعلیم کا ذریعہ بنایا ہے۔ دوسرے الفاظ میں ”جیسی اعلیٰ وارفع مخلوق ویسی ہی اعلیٰ تعلیم“ یہ سراسر ایک معقول اور صحیح بات ہے۔ بیان کرنا جس مخلوق کو سکھایا گیا ہو، اس کے لیے ”قرآن کریم“ ہی ذریعہ تعلیم ہو سکتا ہے۔

۵۔ تفسیر کائنات؟

فرمایا اللہ رب رحمن نے۔

﴿وَلَقَدْ كَرَّمْنَا بَنَيَّ آدَمَ وَ حَمَلْنَاهُمْ فِي الْبَرِّ وَ الْبَحْرِ وَ رَزَقْنَاهُمْ مِّنَ الطَّيِّبَاتِ وَ فَضَّلْنَاهُمْ عَلَى كَثِيرٍ مِّمَّنْ

﴿خَلَقْنَا تَفْضِيلًا﴾ (نبی اسرائیل: ۱۷، ۷۰)

”یہ تو ہماری عنایت (مہربانی) ہے کہ ہم نے بنی آدم کو بزرگی دی اور انہیں خشکی اور تری میں سوار یاں عطا کیں اور ان کو پا کیزہ چیزوں سے رزق دیا اور اپنی بہت سی مخلوقات پر نمایاں فو قیت بخشی۔“
کار خلافت کو سراجام دینے کے لیے اللہ رب رحمن نے انسان کو فضیلت و فو قیت دی اور مختلف انعامات اور اپنے فضل سے نوازا۔ ورنہ منصب خلافت کی امانت کا حق ادا کرنا مشکل ہو جاتا۔

اسی لیے اللہ بزرگ و برتر مختلف انداز میں اپنے انعامات کا ذکر کرتے ہیں۔ کہیں فرمایا کہ ہم نے زمین اور اس کے خزانوں کو انسان کے لیے مسخر کر دیا۔ کہیں فرماتے ہیں کہ ہم نے زمین و آسمان کو انسان کے لیے مسخر کیا۔ جنہیں انسان اپنی علمی، جسمانی قوتیں، دماغی اور روحانی صلاحیتیں اور کاوشیں استعمال کر کے اپنے ذرائع وسائل کے لیے استعمال کر رہا ہے۔
الہنا ت Singhir کائنات میں درج ذیل سوالات کا جواب ڈھونڈنا (تلash کرنا) ہے۔

- ۱۔ ت Singhir کائنات کیا ہے؟
- ۲۔ کائنات کو انسان کے لیے کن معنوں میں مسخر کیا گیا ہے؟
- ۳۔ انسان کے لیے کیوں مسخر کیا گیا ہے؟ کیا مقصد حاصل کرنا تھا؟

اللہ رب رحمن نے فرمایا:

۱۔ ﴿الَّذِي جَعَلَ لَكُمُ الْأَرْضَ فَرَاشًا وَ السَّمَاءَ بَنَاءً وَ أَنْزَلَ مِنَ السَّمَاءِ مَاءً فَأَخْرَجَ بِهِ مِنَ التَّمَرُّدِ رِزْقًا لَكُمْ فَلَا تَجْعُوا إِلَيْهِ أَنْدَادًا وَ أَنْتُمْ تَعْلَمُونَ﴾ (آل بقرة: ۲۲۰۲)

”وہ اللہ رب رحمن ہیں جنہوں نے زمین کو فرش اور آسمان کو حچھت بنایا اور آسمان سے پانی اتارا اور اس کے ذریعے پھل نکالے (رزق) تمہارے لیے۔ اس لیے اللہ رب رحمن کے شریک نہ بناؤ۔“

۲۔ ﴿هُوَ الَّذِي خَلَقَ لَكُمْ مَا فِي الْأَرْضِ جَمِيعًا ثُمَّ أَسْتَوَى إِلَى السَّمَاءِ فَسَوْبَهُنَّ سَبْعَ سَمَوَاتٍ وَ هُوَ يَكُلِّ شَيْءٍ عَلِيمٌ﴾ (آل بقرة: ۲۹۰۲)

”وہ اللہ تعالیٰ جل شانہ ہیں جنہوں نے پیدا کیا تمہارے لیے سب کچھ (تمام) جوز میں میں ہے۔“
﴿مَا فِي الْأَرْضِ جَمِيعًا﴾ (آل بقرة: ۲۹۰۲)

۳۔ ﴿وَ لَقَدْ خَلَقْنَاكُمْ ثُمَّ صَوَّرْنَاكُمْ ثُمَّ قُنَّا لِلْمُلَائِكَةِ اسْجُدُوا لِدَمَرٍ فَسَجَدُوا إِلَّا إِبْلِيسٌ لَمْ يَكُنْ مِنَ السَّاجِدِينَ﴾ (آل اعراف: ۱۱۰۷)

”ہم نے تمہاری تخلیق کی ابتداء کی، پھر تمہاری صورت بنائی پھر فرشتوں سے کہا آدم کو سجدہ کرو۔“

۴۔ ﴿وَ لَقَدْ مَكَنَّكُمْ فِي الْأَرْضِ وَ جَعَلْنَا لَكُمْ فِيهَا مَعَايِشٍ قَلِيلًا مَا تَشَكُّرُونَ﴾ (آل اعراف: ۱۰۰۷)

”وہی رب رحمن ہیں جنہوں نے تمہیں اختیارات کے ساتھ (خلافت / حکومت دے کر) زمین میں بسا یا

اور تمہارے لیے سامان زیست (معیشت) فراہم کیا۔ مگر تم لوگ کم ہی شکر گزار ہوتے ہو۔“

۵۔ ﴿اللَّهُ الَّذِي خَلَقَ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضَ وَآتَنَا مِنَ السَّمَاءِ مَا أَمَّا فَأَخْرَجَ بِهِ مِنَ الشَّرَابَاتِ رِزْقًا لِكُلِّمَ وَسَخَّرَ لِكُلِّمُ الْفُلْكَ لِتَجْرِيَ فِي الْبَحْرِ يَأْمُرُهُ وَسَخَّرَ لِكُلِّمُ الْأَنْهَارَ وَسَخَّرَ لِكُلِّمُ الشَّمْسِ وَالْقَمَرِ دَاهِيْنِ وَسَخَّرَ لِكُلِّمُ الْأَيْلَ وَالنَّهَارَ وَآتَنَاكُمْ مِنْ كُلِّ مَا سَأَلْتُمُوهُ وَإِنْ تَعْدُوا عِبَاتَ اللَّهِ لَا تُحْصُو هَا إِنَّ الْإِنْسَانَ أَظَلُومُ ۝ ۷۴﴾ (ابراهیم: ۱۴ - ۳۲۰)

”وہ اللہ بزرگ و برتر ہیں جنہوں نے زمین اور آسمان کو پیدا کیا اور آسمانوں سے پانی بر سایا اور اس کے ذریعے سے تمہاری رزق رسانی کے لیے طرح طرح کے پھل پیدا کیے۔ جس نے شتمی کو تمہارے لیے مسخر کیا کہ سمندر میں ان کے حکم سے چلے چلے اور دریا کو تمہارے لیے مسخر کیا۔ جنہوں نے سورج، چاند کو تمہارے لیے مسخر کیا کہ لگاتار چلے جا رہے ہیں اور مسخر کیا تمہارے لیے دن اور رات کو اگر تم اللہ بزرگ برتر کی نعمتوں کا شمار کرنا چاہو تو نہیں کر سکتے۔ حقیقت یہ ہے کہ انسان بڑا ہی ظالم اور منکرحت (قرآن و دین حق کا انکاری) ہے۔“

۶۔ ﴿وَالْأَرْضَ مَادِنَهَا وَالْقِبَّةَ فِيهَا رَوَاسِيٌّ وَأَثْبَتَنَا فِيهَا مِنْ كُلِّ شَيْءٍ مَوْزُونٍ ۱۵ وَجَعَلْنَا لِكُلِّمُ فِيهَا مَعَايِشَ وَمَنْ لَسْتُمْ لَهُ بِرِزْقِينَ ۱۶ وَإِنْ مِنْ شَيْءٍ إِلَّا عِنْدَنَا خَزَنَةٌ وَمَا نُنَزِّلُهُ إِلَّا بِقَدَرٍ مَعْلُومٍ ۱۷﴾ (الحجر: ۱۵ - ۲۱)

”ہم نے زمین کو پھیلا�ا۔ اس پر پہاڑ جمائے۔ اس میں ہر قسم کی نباتات ٹھیک ٹھیک نی تلی مقدار کے ساتھ اگائی۔ اور اس میں معیشت کے اساب فراہم کیے۔ تمہارے لیے بھی اور ان بہت سی مخلوقات کے لیے بھی جن کے رازق تم نہیں ہو۔ کوئی ایسی چیز نہیں جس کے خزانے ہمارے پاس نہ ہوں۔ اور جس چیز کو ہم نازل کرتے ہیں ایک مقرر مقدار میں نازل کرتے ہیں۔“

۷۔ ﴿خَلَقَ الْإِنْسَانَ مِنْ نُطْفَةٍ فَإِذَا هُوَ خَصِيمٌ مُبِينٌ ۱۸ وَالْأَنْعَامَ خَلَقَهَا لَكُمْ فِيهَا دُفَّ وَمَنَافِعٌ وَمِنْهَا تَأْكُونُونَ ۱۹ وَلَكُمْ فِيهَا جَيَالٌ حِينَ تُرْبِيعُونَ وَحِينَ تَسْرُحُونَ ۲۰ وَتَحْمِلُ أَثْقَالَكُمْ إِلَى بَلَدِ لَمْ تَنْعُونَ بِلَغْيِهِ إِلَّا بِشَقِّ الْأَنْفُسِ ۲۱ إِنَّ رَبَّكُمْ لَرَءُوفٌ رَّحِيمٌ ۲۲ وَالْغَيْلَ وَالْبَعَالَ وَالْحَجَيرَ لَتَرْكُوبُهَا وَرِزْيَنَةٌ ۲۳ وَيَخْلُقُ مَا لَا تَعْلَمُونَ ۲۴ وَعَلَى اللَّهِ قُضْدُ السَّبِيلِ وَمِنْهَا جَاءَرٌ ۲۵ وَلَوْشَاءٌ لَهَدِكُمْ أَجَعِينَ ۲۶ هُوَ الَّذِي أَنْزَلَ مِنَ السَّمَاءِ مَاءً لَكُمْ مِنْهُ شَرَابٌ وَمِنْهُ شَجَرٌ فِيهِ سُبُّوْنٌ ۲۷ يُنْثِيْتُ لَكُمْ بِهِ الرِّزْعَ وَالرِّيَتُونَ وَالنَّخِيلَ وَالْأَعْنَابَ وَمِنْ كُلِّ الشَّرَابَاتِ إِنَّ فِي ذَلِكَ لَأَيْةً لِقَوْمٍ يَتَكَبَّرُونَ ۲۸ وَسَخَّرَ لِكُمْ أَيْلَ وَالنَّهَارَ وَالشَّمْسَ وَالْقَمَرَ ۲۹ وَالنُّجُومُ مُسَخَّرَتٌ بِأَمْرِهِ ۳۰ إِنَّ فِي ذَلِكَ لَأَيْتٍ لِقَوْمٍ يَعْقُلُونَ ۳۱ وَمَا

ذَرَا لَكُمْ فِي الْأَرْضِ مُخْتَلِفًا أَلْوَانُهُۚ إِنَّ فِي ذٰلِكَ لِآيَةً لِّقُوَّمٍ يَّدَكُوْنَۚ وَهُوَ الَّذِي سَعَىَ الْبَحْرَ لِتَأْكُلُوا
مِنْهُ لَحْمًا طَرِيقًا وَتَسْتَخْرِجُوا مِنْهُ حَلْيَةً تَلْبَسُونَهَاۚ وَتَرَى الْفُلُكَ مَوَارِخَ فِيهِ وَلِتَبْتَغُوا مِنْ
فَضْلِهِ وَلَعِلْمِهِ شَكُورُونَۖ وَأَلْقَى فِي الْأَرْضِ رَوَاسِيَ أَنْ تَبْيَدِ إِلَيْكُمْ وَأَنْهَرَأَوْ سُبْلًا لَعِلْمَكُمْ تَهْتَدُونَۖ
وَعَلِيلٌۖ وَبِالنَّجْمِ هُمْ يَهْتَدُونَۖ أَفَمَنْ يَعْلَمُ بِكَيْنَ لَا يَخْلُقُ كَيْنَ لَا يَخْلُقُۖ أَفَلَا نَدَرَكُوْنَۚ وَإِنْ تَعْدُ وَإِعْمَةَ
اللَّهِ لَا تُحْصُوْهَاۚ إِنَّ اللَّهَ لَغَفُورٌ رَّحِيمٌۚ وَاللَّهُ يَعْلَمُ مَا نَسِرُونَ وَمَا مَا نَعْلَمُونَۚ

(النحل: ۱۹-۲۰ تا ۴۱)

”اللہ تعالیٰ بزرگ و برتر نے انسان کو ایک ذرا سی بوند سے پیدا کیا اور دیکھتے صریحاً وہ ایک جھگڑا الو
ہستی بن گیا۔ اسی ذات اقدس نے جانور پیدا کیے جن میں تمہارے لیے پوشک بھی ہے اور خوارک بھی،
اور طرح طرح کے دوسرے فائدے بھی۔ ان میں تمہارے لیے جمال ہے جبکہ صح تم انہیں چرنے کے
لیے صحیح ہو اور جب کہ شام کو انہیں واپس لاتے ہو۔ وہ تمہارے لیے بوجھ ڈھونکر ایسے ایسے مقامات تک
لے جاتے ہیں جہاں تم سخت جانشناں کے بغیر نہیں پہنچ سکتے۔ حقیقت یہ ہے کہ تمہارا رب العالمین بڑا ہی
شفیق اور رحیم ہے۔ انہوں نے گھوڑے نچر اور گدھے پیدا کیے۔ تاکہ تم ان پرسواہ ہو اور وہ تمہاری زندگی
کی رونق بنیں۔ وہ اللہ رب العزت اور بہت سی چیزیں پیدا کرتے ہیں جن کا تمہیں علم تک نہیں اور اللہ ہی
کے ذمہ ہے سیدھا راستہ بتانا جب کہ راستے ٹیڑھے بھی موجود ہیں۔“

اگر اللہ تعالیٰ بزرگ و برتر چاہتے تو تم سب کو ہدایت دے دیتے۔ وہی اللہ رب رحمن ہیں جنہوں نے آسمان سے
تمہارے لیے پانی برسایا جس سے تم خود بھی سیراب ہوتے ہو اور تمہارے جانوروں کے لیے بھی چارہ پیدا ہوتا ہے۔ وہ رب
اعظیم اس پانی کے ذریعہ کھیتیاں اگاتے ہیں۔ زیتون، کھجور اور انگور اور طرح طرح کے دوسرے پھل پیدا کرتے ہیں۔ اس
میں ایک بڑی نشانی ہے۔ ان لوگوں کے لیے جونغر و فکر کرتے ہیں۔

انہی اللہ رب رحمن نے تمہاری بھلانی کے لیے رات اور دن کو، سورج اور چاند کو مسخر کر رکھا ہے۔ اور سب تارے بھی
اسی کے حکم سے مسخر ہیں۔ اس میں بہت نشانیاں ہیں ان لوگوں کے لیے جو عقل سے کام لیتے ہیں۔ اور بہت سی رنگ برنگ
کی چیزیں تمہارے لیے زمین میں پیدا کر رکھی ہیں۔ ان میں بھی ضرور نشانی ہے ان لوگوں کے لیے جو سبق حاصل کرنے
والے ہیں۔

وہی اللہ رب رحمن ہے جنہوں نے تمہارے لیے سمندر کو مسخر کر رکھا ہے تاکہ تم اس سے تروتازہ گوشت لے کر کھاؤ۔ اور
اس سے زینت کی وہ چیزیں نکالو جنہیں تم پہنا کرتے ہو۔ تم دیکھتے ہو کہ کشتنی سمندر کا سینہ چیرتی ہوئی چلتی ہے۔ یہ سب کچھ اس
لیے کہ تم اپنے اللہ رب رحمن کا فضل تلاش کرو اور اس کے شکر گزار بنو۔ انہوں نے زمین میں پہاڑوں کی تینھیں گاڑ دیں تاکہ

زمین کو لے کر ڈھلک نہ جائے۔ وہی رب العزت ہیں جنہوں نے دریا جاری کیے اور قدرتی راستے بنائے تاکہ تم ہدایت پاؤ۔ اور زمین میں راستے بنانے والی صلاحیتیں رکھ دیں اور ستاروں سے بھی لوگ ہدایت پاتے ہیں۔

تو پھر کیا جو پیدا کرنے والی ہستی ہے اور وہ جو کچھ بھی پیدا نہیں کرتے دونوں یکساں ہیں؟ کیا تم ہوش میں نہیں آتے۔ اگر تم اللہ رب رحمن کی نعمتوں کو گناہوں تو گنہ نہیں سکتے۔ حقیقت یہ ہے کہ وہ بڑے ہی درگز کرنے والے اور رحیم ہیں حالانکہ وہ تمہارے کھلے سے بھی واقف ہیں اور چھپے سے بھی۔“ (الحل: ۱۶، ۱۹)

۸۔ ﴿أَلَّمْ تَرَ أَنَّ اللَّهَ سَخَّرَ لَكُمْ مَا فِي الْأَرْضِ وَالْفُلْكَ تَجْرِي فِي الْبَحْرِ بِأَمْرِهِ وَيُمْسِكُ السَّمَاءَ أَنْ تَقْعُ
عَلَى الْأَرْضِ إِلَّا بِإِذْنِهِ إِنَّ اللَّهَ بِالنَّاسِ لَرَءُوفٌ رَّحِيمٌ ۝ وَهُوَ الَّذِي أَحْيَاكُمْ ثُمَّ يُعِيْتُكُمْ ثُمَّ يُحِيِّكُمْ
إِنَّ الْإِنْسَانَ لَكَفُورٌ ۝﴾ (الحج: ۶۵-۶۶)

”کیا تم دیکھتے نہیں کہ اللہ رب رحمن نے سب کچھ تمہارے لیے زمین میں مسخر کر رکھا ہے۔ اور کشتی کو قاعدے کا پابند بنایا ہے۔ کہ اسی کے حکم سے سمندروں میں چلتی ہے۔ اور وہی ذات باری تعالیٰ آسمان کو اس طرح تھامے ہوئے ہیں کہ اس کے اذن کے بغیر زمین پر نہیں گر سکتا۔ واقع یہ ہے کہ اللہ بزرگ و برتر لوگوں پر بڑے شفیق اور رحیم ہیں۔ وہی تمہیں زندگی دیتے ہیں اور موت بھی۔ اور پھر دوبارہ زندہ کریں گے (قیامت کو)۔ حقیقت ہے کہ انسان منکر (دین حق) ہے“

۹۔ ﴿أَمَّنْ جَعَلَ الْأَرْضَ قَرَارًا وَ جَعَلَ خَلْلَهَا أَنْهَارًا وَ جَعَلَ لَهَا رَوَاسِيَ وَ جَعَلَ بَيْنَ الْبَحْرَيْنِ حَلِيجًا
عَالَهُ مَعَ اللَّهِ بَلْ أَكْثُرُهُمْ لَا يَعْلَمُونَ ۝ أَمَّنْ يُجِيبُ الْمُضطَرَ إِذَا دَعَاهُ وَ يَكْشِفُ السُّوءَ وَ يَجْعَلُكُمْ
خُلَفَاءَ الْأَرْضِ عَالَهُ مَعَ اللَّهِ قَبِيلًا مَا تَذَكَّرُونَ ۝﴾ (آلہ النمل: ۶۱-۶۲)

”وہ کون سی ہستی ہے کہ جس نے زمین کو جائے قرار بنایا۔ اور اس کے اندر دریا رواں کیے اور اس میں (پہاڑوں کی) مینجنیں گاڑ دیں اور پانی کے دو ذخیروں کے درمیان پردے حائل کر دیئے۔ کیا اللہ و بزرگ و برتر کے ساتھ کوئی اور بھی الہ ہے؟ نہیں، بلکہ ان میں سے اکثر لوگوں کو علم ہی نہیں ہے۔ کون ہے جو بے قرار (مومن و مسلم) کی دعا سنتا ہے؟ جبکہ وہ اس ہستی کو پکارے اور کون اس کی تکلیف (مصائب و مشکلات کو) رفع کرتا ہے؟ اور کون ہے جس نے تمہیں زمین میں خلیفہ بنایا۔ کیا اللہ رب رحمن کے سوا کوئی اور الہ (حاکم، رب) ہے بھی سوچا تم لوگوں نے؟۔“

۱۰۔ ﴿أَلَّمْ تَرَوْ أَنَّ اللَّهَ سَخَّرَ لَكُمْ مَا فِي السَّمَاوَاتِ وَ مَا فِي الْأَرْضِ وَ أَسْبَعَ عَلَيْكُمْ نِعْمَةً ظَاهِرَةً وَ
بَاطِنَةً ۝ وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يُجَادِلُ فِي اللَّهِ بِغَيْرِ عِلْمٍ وَ لَا هُدَىٰ وَ لَا كِتْبٌ مُنِيبٌ ۝﴾

(لقمان: ۲۰-۳۱)

”کیا تم لوگ دیکھتے نہیں کہ اللہ رب العزت نے زمین اور آسمانوں کی ساری چیزوں تمہارے لیے مسخر کر رکھی ہیں۔ اور تمہارے لیے اپنی کھلی اور چھپی نعمتوں تمام کر دی ہیں۔ لوگوں میں سے کچھ ہیں جو اللہ رب رحمٰن کے بارے میں جھگڑا کرتے ہیں بغیر علم، ہدایت اور اہتمامی اور روشن کتاب کے۔“

۱۱۔ ﴿ وَآيَةٌ لَّهُمُ الْأَرْضُ الْبَيْتَةُ أَجْعَلْنَا مِنْهَا حَجَّاً فِيهَا جَنَّتٍ مِّنْ تَخْيِيلٍ وَّ أَعْنَابٍ وَّ فَجَرْنَا فِيهَا مِنِ الْعَيْوَنِ ۚ لِيَأْكُلُوا مِنْ ثَمَرَةٍ وَّ مَا عَمِلْتُهُ أَيْدِيهِمْ ۖ أَفَلَا يَشْكُرُونَ ۝ سُبْحَنَ الَّذِي خَاقَ الْأَرْضَ كُلَّهَا مِمَّا تُنْتَتُ الْأَرْضُ وَ مِنْ أَنْفُسِهِمْ وَ مِمَّا لَا يَعْلَمُونَ ۶۶ وَ آيَةٌ لَّهُمُ الْأَيْلُ ۝ سَلَخٌ مِّنْهُ النَّهَارَ فَإِذَا هُمْ مُظْلِمُونَ ۖ وَ الشَّمْسُ تَجْرِي لِيُسْتَقْرِئَ لَهَا ۖ ذَلِكَ تَقْدِيرُ الرَّحِيمِ الْعَلِيمِ ۶۷ وَ الْقَمَرَ قَدَرْنَاهُ مَنَازِلَ حَتَّىٰ عَادَ كَالْعَرْجُونِ الْقَدِيرِ ۶۸ لَا الشَّمْسُ يَنْبَغِي لَهَا أَنْ تُنْدِرَكَ الْقَمَرَ وَ لَا إِلَيْلُ سَلِيقُ الْهَمَارِ ۖ وَ كُلُّ فِي فَلَكٍ يَسْبُعُونَ ۶۹ وَ آيَةٌ لَّهُمُ أَنَّا حَمَلْنَا ذَيَّتَهُمْ فِي الْفُلُكِ الْمُسْحُونُ ۷۰ وَ خَلَقْنَا لَهُمْ مِّنْ مِّثْلِهِ مَا يَرَبُّونَ ۷۱ وَ إِنَّنَّا نَشَاءُ لَعْرِقَهُمْ فَلَا صَرْبَلَحَ لَهُمْ وَ لَا هُمْ يُقْذِرُونَ ۷۲ لَا رَحْمَةً مِّنَّا وَ مَنَاعَ إِلَى حِلْيٍ ۷۳﴾ (یس: ۳۶ - ۴۴)

”ان لوگوں کے لیے بے جان زمین ایک نشانی ہے۔ ہم نے اس کو زندگی بخشی اور اس سے غلبہ نکالا جسے انسان کھاتے ہیں۔ ہم نے اس میں کھجوروں، انگوروں کے باغ پیدا کیے اور اس کے اندر سے چشمے پھوڑ نکالے۔ تاکہ اس کا پھل کھائیں۔ جو کچھ ان کے اپنے ہاتھوں کا بھی بنایا ہوا ہے۔ پھر کیا وہ شکر ادا نہیں کرتے۔ پاک ہے وہ ذات جس نے جملہ اقسام کے جوڑے پیدا کیے خواہ وہ زمین کی نباتات میں سے ہوں یا خود ان کی اپنی جنس (یعنی بنی نوع انسان) میں سے یا ان اشیاء میں سے جن کو یہ جانتے تک نہیں۔ ان کے لیے ایک اور نشانی رات ہے۔ ہم اس کے اوپر سے دن ہٹا دیتے ہیں تو ان پر اندھیرا چھا جاتا ہے۔ اور سورج اپنے ٹھکانے کی طرف چلا جا رہا ہے۔ یہ زبردست حکمران، علیم و خبیر ہستی کا باندھا ہوا حساب ہے۔ اور چاند کے لیے ہم نے منزلیں مقرر کر دی ہیں یہاں تک کہ ان سے گزرتا ہوا وہ پھر کھجور کی سوکھی شاخ کی ماندرا جاتا ہے۔ نہ سورج کے بس میں ہے کہ وہ چاند کو جا پکڑے اور نہ رات دن پر سبقت لے جاسکتی ہے۔ سب ایک ایک فلک میں تیر رہے ہیں۔ ان کے لیے یہ بھی ایک نشانی ہے کہ ہم نے ان کی نسل کو بھری ہوئی کشتی میں سوار کر دیا۔ اور پھر ان کے لیے ویسی ہی کشتیاں اور پیدا کی جن پر انسان سوار ہوتے ہیں۔ ہم چاہیں تو ان کو غرق کر دیں۔ کوئی ان کی فریاد سننے والا نہ ہو۔ اور کسی طرح یہ نہ بچائے جاسکیں۔ بس ہماری رحمت ہی ہے جو انہیں پار لگاتی ہے۔ اور ایک وقت مقررہ تک زندگی سے مقتضی ہونے کا موقع دیتی ہے۔“

۱۲۔ ﴿الَّهُ الَّذِي جَعَلَ لَكُمُ الْأَنْعَامَ لِتَرْكُوبَا مِنْهَا وَ مِنْهَا تَأْكُلُونَ ﴿٢٩﴾ وَ لَكُمْ فِيهَا مَنَافِعٌ وَ لِتَبْلُغُوا عَلَيْهَا حَاجَةً فِي صُدُورِكُمْ وَ عَيْنِهَا وَ عَلَى الْفَلَكِ تُحْكُمُونَ ﴿٣٠﴾ وَ يُرِيكُمْ إِلَيْهِ فَأَئِذَا أَيْتَ اللَّهَ تُنْذِرُونَ ﴿٣١﴾﴾ (المؤمن: ۴۰، ۷۹، ۸۱)

”اللہ رب رحمن ہی نے تمہارے لیے تمام مویشی جانور بنائے۔ تاکہ ان میں سے کسی پر تم سواری کرو، اور کسی کا گوشت کھاؤ۔ ان کے اندر تمہارے لیے بہت سے منافع ہیں۔ وہ اس کام بھی آتے ہیں کہ تمہارے دلوں میں جہاں جانے کی حاجت ہو وہاں تم ان پر پہنچ سکو۔ ان پر بھی اور کشتیوں پر تم سوار کیے جاتے ہو۔ اللہ رب العزت اپنی یہ نشانیاں تمہیں دکھا رہے ہیں۔ آخرتم اللہ رب العزت کی کن کن نشانیوں / احکامات کا انکار کرو گے۔“

۱۳۔ ﴿فَمَا أُوتِيتُمْ مِنْ شَيْءٍ فَمِنَّا عِلْمُ الْحَيَاةِ الدُّنْيَاٰ وَ مَا عِنْدَ اللَّهِ خَيْرٌ وَ أَبْقَى لِلَّذِينَ آمَنُوا وَ عَلَى رَبِّهِمْ يَتَوَكَّلُونَ ﴿٣٦﴾﴾ (الشوری: ۴۲)

”جو کچھ بھی تم لوگوں کو دیا گیا ہے وہ محض دنیا کی چند روزہ زندگی کا سروسامان ہے اور اللہ بزرگ و برتر کے ہاں جو ہے بہتر بھی ہے اور پائیدار بھی، وہ ان لوگوں کے لیے ہے جو ایمان لاتے ہیں اور اپنے رب پر بھروسہ کرتے ہیں۔“

۱۴۔ ﴿الَّذِي جَعَلَ لَكُمُ الْأَرْضَ مَهْدًا وَ جَعَلَ لَكُمْ فِيهَا سُبْلًا لَعَلَّكُمْ تَهَدُونَ ﴿٤٠﴾ وَ الَّذِي نَزَّلَ مِنَ السَّمَاءِ مَاءً بِقَدَرٍ ﴿٤١﴾ فَأَنْشَرْنَا إِلَيْهِ بَلْدَةً مَيْنَاتٍ ﴿٤٢﴾ كَذِلِكَ تُخْرَجُونَ ﴿٤٣﴾﴾ (الزخرف: ۴۱ - ۴۳)

”وہ اللہ رب رحمن ہی ہیں جنہوں نے تمہارے لیے زمین کو گھوارہ (مھدا) بنایا اور اس میں تمہارے لیے راستے بنادیئے تاکہ تم اپنی منزل مقصود کو پاسکو۔ ایک خاص مقدار میں آسمان سے پانی اتارا اور اس کے ذریعہ مردہ زمین کو جلا اٹھایا۔“

۱۵۔ ﴿وَ فِي خَلْقِكُمْ وَ مَا يَبْثُثُ مِنْ دَآبَّةٍ إِلَيْتُ لِقَوْمٍ يُوقِنُونَ لٌ وَ اخْتِلَافُ الْأَيْلُ وَ النَّهَارِ وَ مَا آنَّ لَهُ مِنَ السَّمَاءِ مِنْ رِزْقٍ فَأَخْيَا بِهِ الْأَرْضَ بَعْدَ مَوْتِهَا وَ تَصْرِيفُ الرِّيحِ إِلَيْتُ لِقَوْمٍ يَعْقِلُونَ ﴿٤٥﴾﴾ (الجاثیہ: ۵)

”اور تمہاری اپنی پیدائش میں اور ان حیوانات میں جن کو اللہ نے زمین میں پھیلا دیا ہے، بڑی نشانیاں ہیں ان لوگوں کے لیے جو یقین لاتے ہیں۔ اور شب و روز کے فرق و اختلاف میں اور اس رزق میں جسے اللہ سبحانہ و تعالیٰ آسمان سے نازل فرماتے ہیں۔ پھر اس کے ذریعہ سے مردہ زمین کو جلا اٹھاتے ہیں۔ اور ہوا کی گردش میں بہت نشانیاں ان لوگوں کے لیے جو عقل سے کام لیتے ہیں۔“

۱۶۔ ﴿هَذَا هُدًىٰ وَالَّذِينَ كَفَرُوا بِإِلَيْتِ رَبِّهِمْ لَهُمْ عَذَابٌ مِنْ رِجْحِ الْأَيْمَنِ ۖ اللَّهُ الَّذِي سَعَرَ لَكُمُ الْبَحْرَ لِتَجْرِيَ الْفُلُكُ فِيهِ بِأَمْرِهِ وَلِتَبْغُوا مِنْ فَضْلِهِ وَلَعَلَّكُمْ شَكُرُونَ ۗ وَسَخَرَ لَكُمْ مَا فِي السَّمَاوَاتِ وَمَا فِي الْأَرْضِ جَيِّعاً مِنْهُ إِنَّ فِي ذَلِكَ لَذِكْرٍ لِقَوْمٍ يَنْقَلِبُونَ ۚ قُلْ لِلَّذِينَ آمَنُوا يَعْفُرُوا لِلَّذِينَ لَا يَرْجُونَ آيَةً أَمَّا اللَّهُ لِيَجِزِيَ قَوْمًا بِمَا كَانُوا يَسْبُونَ ۚ مَنْ عَيْلَ صَالِحًا فَلِنَفْسِهِ ۚ وَمَنْ أَسَاءَ فَعَلَيْهَا ۖ ثُمَّ إِلَى رَبِّكُمْ تُرْجَعُونَ ۚ﴾

”یہ قرآن کریم تو سراسر ہدایت را ہنمائی ہے لیکن ان لوگوں کے لیے بلا کا دردناک عذاب ہے جنہوں نے اپنے رب (حاکم) کے احکامات کو مانے سے انکار کیا۔ وہ اللہ رب العزت ہی تو ہیں جنہوں نے تمہارے لیے سمندر کو مسخر کیا تاکہ اس کے حکم سے کشتیاں چلیں اور تم اس رب العزت کا فضل تلاش کرواد رشکر گزار بنو اور رہو۔ اللہ رب العزت نے زمین اور آسمانوں کی ساری ہی چیزوں کو تمہارے لیے مسخر کر دیا۔ اس میں بڑی نشانیاں ہیں ان لوگوں کے لیے جنور و فکر کرنے والے ہیں۔ اے نبی ﷺ ایمان لانے والوں سے فرمادیں کہ جو لوگ اللہ کی طرف سے بڑے دن آنے کا کوئی اندر یہ نہیں رکھتے ان کی حرکتوں (ظلم و زیادتیاں) پر درگزر کریں تاکہ وہ خود ایک گروہ کو اس کی کمائی (ظلم و زیادتی) کا بدلہ دیں، جو کوئی اعمال صالحہ (قیام دین و خلافت کرنے کی کوشش) کرے گا اپنے ہی لیے کرے گا۔ اور جو اعمال سینات (دین و ہمنی) کرے گا وہ آپ ہی اس کا خمیازہ بھلگتے گا۔“

۱۷۔ ﴿لَقَدْ أَرْسَلْنَا مُسْلِمًا إِلَيْنَا بِالْبُيْنَتِ وَأَنْزَلْنَا مَعَهُمُ الْكِتَابَ وَالْبِيْزَانَ لِيَقُولُمُ الْئَاسُ بِالْقُسْطِ ۚ وَأَنْزَلْنَا الْحَدِيدَ فِيهِ بَأْسٌ شَدِيدٌ وَمَنَافِعٌ لِلنَّاسِ وَلِيَعْلَمَ اللَّهُ مَنْ يَنْصُرُهُ وَرُسُلُهُ بِالْغَيْبِ ۖ إِنَّ اللَّهَ قَوْمٌ عَزِيزُونَ ۚ﴾ (الحدید: ۵۷/۲۵)

”ہم نے اپنے رسولوں کو صاف صاف نشانیاں اور ہدایات کے ساتھ بھیجا اور ان کے ساتھ کتاب اور میزان (عدل و حاکیت) نازل کی تاکہ لوگوں میں انصاف قائم کیا جائے۔ اور لوہا اتارا جس میں بڑا زور ہے اور لوگوں کے لیے منافع ہیں۔ یہ اس لیے کیا گیا کہ اللہ رب العزت کو معلوم ہو سکے کہ کون اس کو دیکھے بغیر ان کی اور ان کے رسولوں کی مدد کرتا ہے۔ یقیناً اللہ بڑی قوت والے اور زبردست حکمران ہیں۔“

۱۸۔ ﴿هُوَ الَّذِي جَعَلَ لَكُمُ الْأَرْضَ ذُلْلًا فَامْشُوا فِي مَنَاكِبِهَا وَنُجُومُنْ رِزْقِهِ وَلَيْهِ النُّشُورُ ۚ﴾ (الملک: ۶۷/۱۵)

”وہی اللہ رب رحمہ ہیں جنہوں نے تمہارے لیے زمین کو تابع کر رکھا ہے۔ چلو اس کی چھاتی پر اور کھاؤ

اللَّهُرْبَ رَحْمَنْ كَارْزَقَ اور اسی کے حضور تمہیں دوبارہ زندہ ہو کر جانا ہے۔“ (المک: ۱۵/۶۷)

چند نقاط کا جائزہ:

۱۔ زمین و آسمان (کائنات) کی تمام چیزوں کو انسان کے لیے مسخر کر دیا گیا ہے۔ اس سے کیا مراد ہے؟ مسخر کرنے کی دو صورتیں ہو سکتی ہیں۔

(۱)..... چیز یا چیزیں انسان کے (Direct) تابع کردی جائیں اور اس کو کلی طور پر اختیار دے دیا جائے کہ جس طرح چاہے اس کو اپنے تصرف میں لائے۔ اور جس طرح مناسب سمجھے اسے استعمال میں لے آئے۔ مثلاً، مٹی، پانی، آگ، ہوا، باتات، حیوانات، معدنیات وغیرہ بے شمار اشیاء جو کہ اس کرہ ارض میں پائی جاتی ہیں۔

(ب)..... دوسری شکل مسخر کرنے کی یہ ہو سکتی ہے کہ ان اشیاء/ چیزوں / موجودات کو ایک ایسے ضابط / دین / قانون کا پابند کر دیا / بنادیا جائے جس کی بدولت وہ انسان کے لیے نافع ہو جائے اور اس کے مفاد / ضروریات کو پوری کرتی رہے۔ مثلاً، سورج، چاند، ستارے، سیارے، گرمی، سردی، روشنی وغیرہ اور تمام محکموں کے کارندوں کو انسان کی ضرورت / اہمیت / حفاظت کے لیے حکم دیا گیا۔ جسے فرشتوں کے سجدہ کرنے سے تعبیر کیا گیا۔

۲۔ اللہ بزرگ و برتر فرماتے ہیں کہ ہم نے کھلی اور چھپی نعمتیں عام کر دی ہیں۔

(i)..... کھلی نعمتوں سے مراد وہ عطیات، انعامات ہیں جو آدمی کو کسی نہ کسی طرح / شکل میں محسوس ہوتے ہیں۔ یا جو اس کے علم میں ہیں۔ مثلاً جو انسان کی حفاظت کے لیے، اس کو میشت و رزق رسانی کے لیے، اس کی نشوونما اور فلاح و بہبود کے لیے سروسامان فراہم کر رہے ہیں۔ (بقا اور ارتقاء کے لیے)۔ اللہ ربِ رحمٰن نے زمین کو انسان کے لیے فرش بنایا۔ جائے قرار بنایا۔ زمین کو پھیلایا۔ اسے گہوارہ اور پنگھوڑہ انسان کے لیے بنایا۔ اور انسان کو اختیارات کے ساتھ بسایا۔ جس طرح ایک بچہ پنگھوڑے میں آرام سے بے فکر اور ڈر کے بغیر لیٹتا ہے۔ ایسے ہی آرام اور امن و سلامتی کی جگہ اس عظیم الشان کرہ ارض کو بنادیا۔ جو کہ فضا میں معلق اور لٹک رہا ہے۔ جو ایک ہزار میل فی گھنٹہ کی رفتار سے اپنے گھور پر گھوم رہا ہے۔ اور 66600 میل فی گھنٹہ کی رفتار سے دوڑ رہا ہے۔ اور اپنی منزل کی طرف رواں دواں ہے۔ جس کے پیٹ میں ایسی آگ بھری ہوئی ہے کہ وہ پتھروں کو پکھلا دیتی ہے۔ اور آتش فشاں کی شکل میں لاواً گل کر اپنی شان دکھادیتی ہے۔ مگر اس کے باوجود وہ انسان کے لیے اتنی پرسکون ہے کہ آرام سے سوتا ہے۔ ذرا بھی جھلکا تک محسوس نہیں کرتا۔ انسان اس پر رہتا ہے۔ لیکن محسوس تک نہیں کرتا کہ وہ سر کے بل لٹکا ہوا ہے۔ اطمینان کے ساتھ اس پر چلتا پھرتا، بے نکلف اسے کھو دتا ہے۔ سینہ چیرتا ہے، بڑی بڑی نہریں بناتا ہے، سڑکیں تعمیر کرتا ہے، بڑی بڑی بلڈنگیں، عمارتیں، پلیں، فلاں اور انڈر پاس بناتا ہے۔ اس کے پیٹ سے طرح طرح کے میشت و رزق کے وسائل تلاش کر رہا ہے۔ لیکن یہ تک محسوس نہیں ہوتا کہ وہ بندوق کی گولی سے تیز رفتار گاڑی / کرہ پر سوار ہے۔

مزید فضل یہ کیا کہ انسان کے لیے یہ پہاڑ اور پہاڑی سلسلے اور درزے بنائے اور پھر کوہستانی اور میدانی علاقے، سمندر، دریا اور بہترین قدرتی نالے، ندیاں اور پھر قدرتی راستے بنائے۔ انسان انہی کی مدد سے کرہ ارض پر پھیلا۔ اگر پہاڑی سلسلوں کوٹھوں دیوار کی شکل میں کھڑا کر دیا جاتا تو انسان انہی علاقوں میں مقیر ہو کر رہ جاتا۔

پھر یہی نہیں بلکہ زمین کو مختلف امتیازی نشانات میں تقسیم کر دیا۔ تاکہ ایک علاقے کا دوسرے علاقے سے فرق محسوس ہو۔ جس کے ذریعے انسان کو نقل و حمل میں آسانی ہوتی ہے۔

ان امتیازی نشانات، اور نشاناتِ راہ کی مدد سے انسان اپنے راستے معلوم کرتا اور متعین کرتا ہے۔ اور جہاں جانا چاہتا ہے آسانی سے پہنچ جاتا ہے۔ دوسرے معنی میں ان ظاہر نشاناتِ راہ سے اللہ بزرگ و برتر کی کاریگری اور عطیہ الہی سے راہنمائی حاصل کر کے انسان اپنی اصل منزل مقصود کا راستہ بھی تلاش کر سکتا ہے۔ اور یہ سمجھ سکتا ہے کہ زمین و آسمان اور کائنات کا نظام / دین / اہل طیب نہیں ہے۔ نہ اس میں بہت سے ہستیوں کو عمل دخل ہے۔ بلکہ ایک اللہ سبحانہ و تعالیٰ حکیم، حاکم اعلیٰ اور خالق و مالک کا نظام / دین ہی پوری کائنات پر احاطہ کیے ہوئے ہے۔

اللہ رب العزت ایک اور اہم بات کی طرف توجہ مبذول کرواتے ہیں کہ خواہ بنا تات ہوں، یا کوئی اور موجودات جو خالق نے تحقیق کی ہیں مثلاً ہوا، پانی، روشنی، گرمی، سردی، جمادات، بنا تات، حیوانات، معدنیات وغیرہ غرض ہر چیز، ہر نوع، ہر جنس اور قوت و طاقت کے لیے تعداد اور مقدار کی ایک حد مقرر ہے۔ جس پر ٹھہری ہوئی اس کی ایک مقدار مقرر ہے۔ جس سے نہ وہ گھٹتی ہے نہ بڑھتی ہے۔ اسی کمال درجہ کی حکیمانہ تقدیر کا ہی یہ کرشمہ ہے کہ زمین سے لے کر آسمانوں تک پورے نظام / دین کائنات میں یہ توازن، یہ اعتدال اور یہ تناسب نظر آتا ہے۔ اگر یہ کارخانہ کائنات ایک اتفاقی حادثہ ہوتی یا بہت سے خالقوں کی شرکت کی کاریگری ہوتی تو کیسے ممکن تھا کہ بے شمار مختلف اشیاء اور قوتوں کے درمیان ایسا مکمل توازن اور تناسب قائم ہوتا اور پھر مسلسل توازن قائم رہ سکتا؟

(ii)اللہ بزرگ و برتر کی بے شمار چیزیں ہوئی نعمتیں ہیں جسے نہ انسان جانتا ہے نہ محسوس کرتا ہے اور نہ ہی اسے معلوم ہے۔ بے حد و حساب چیزیں / نعمتیں ایسی ہیں جو انسان کے اپنے جسم کے اندر اور باہر کائنات میں پھیلی ہوئی اس کے مفاد کے لیے، حفاظت کے لیے، بقاء اور ترقی کے لیے، رزق کی فراہمی کے لیے کام کر رہی ہیں۔ مگر انسان کو علم و پتہ تک نہیں کہ اس کے اللہ رب العالمین (خالق، مالک، رازق، حاکم) نے کیا کیا سروسامان فراہم کر رکھا ہے۔

سائنس کے شعبہ میں انسانی تحقیق کے ذریعے وہ اللہ رب رحمن کی نعمتیں کھل کے سامنے آ رہی ہیں جو پہلے سے بالکل مخفی تھیں۔ ان نعمتوں پر پردہ پڑا ہوا تھا۔ اور بے شمار ایسی نعمتیں ابھی ہیں جن پر ابھی تک پردہ پڑا ہوا ہے۔

آج کی سائنسی ترقی نے انسان کے لیے ایسے راز افشاں کیے ہیں ایسی سہولتیں اور آسانیشیں بہم پہنچائی ہیں کہ انسان کے لیے پوری دنیا ایک گلوبل ورنچ کا نقشہ پیش کر رہی ہے۔ جس میں خاص طور پر سفری سہولتوں کے لیے بڑی بڑی بیسیں،

ٹرینیں، ہوائی جہاز، کشتیاں، بھری جہاز، ذرا رُع رسدو رسائل میں بھلی کی پیداوار، فون، موبائل فون، فیکس، ای میل، انٹرنیٹ، کپیل، ٹی وی، ریڈی یو وغیرہ نے انسان کی حیرت گم کر دی ہے۔ جہاں ان چیزوں نے انسانوں کو سہولیات اور آسانیاں اور آرام بھم پہنچایا ہے وہاں انسان کی تباہی و بر بادی، بد امنی اور ظلم و دھشت گردی، عربیانی و غاشی میں اضافہ کیا ہے۔

آج انسانیت خود ہی انسانیت کو تباہ کرنے پر تملی ہوئی ہے۔ ساتھ ہی انسان نے انسانوں کی تباہی کے لیے، میزائل، بم، ایٹم بم، ہائیڈروجن بم، ڈیزی کٹر بم اور بمبار طیارے، F-52، F-16، F-18، F-19 وغیرہ ایجاد کر لیے ہیں اور ڈرونز طیارے بنائے ہیں۔

اللہ بزرگ و برتر رحمن نے زمین کو انسان کے لیے جائے قرار بنایا تھا۔ سکون کی جگہ بنا یا تھا لیکن شرط یہ تھی کہ اگر تو زمین پر میرا قرآن / نظام / دین نافذ کر کے زندگی گزارے گا تو امن و سلامتی ملے گی۔ تجھے میرا تحفظ بھی ملے گا۔ معیشت و رزق کے وسائل بھی وافر ملیں گے تیری بقا اور ارتقاء بھی ہوگی۔ جبکہ میری نافرمانی / اپنی من مرضی کرنے کی شکل میں، میرا قانون نہ نافذ کرنے کی شکل میں / بغاوت کرنے کی شکل میں تیری معیشت و رزق بھی تنگ کر دیا جائے گا۔ بد امنی و دھشت طاری رہے گی خوف و مخون میں بیتلار ہے گا۔ تیری بقا اور ارتقاء کے راستے تنگ یا بند کر دیئے جائیں گے۔ آپس کی دشمنیاں، انسانیت کا قتل عام اور تسلیل تیرا مقدر بنا دی جائے گی۔ اور پھر تمہیں شیطان جو کہ تم پر مسلط ہو جائے گا اور انسانیت کو شرم و حیاء سے عاری اور مادر پدر / بزرگ کر کے ذلیل و خوار کر دے گا۔

۳۔ یہ کھلی اور چھپی نعمتیں اور فضل الہی ایسی چیزیں بھی نہیں ہیں جس پر آدمی پھولانا نہ سامائے۔ بڑی سے بڑی دولت، حکومت بھی جو دنیا میں کسی انسان کو ملی ہے ایک تھوڑی سی مدت ہی کے لیے ملی۔ چند سال اس کو برت لیتا ہے۔ پھر سب کچھ چھوڑ کر دنیا سے خالی ہاتھ رخصت ہو جاتا ہے۔ پھر دولت بھی چاہے کھاتوں میں کتنی ہی بڑی لامحہ دوہو عملًا اس کا قلیل سا حصہ ہی آدمی کے اپنے استعمال میں آتا ہے۔ اس بے وقت، اور عارضی مال و ممتاع پر اترانا یا فخر کرنا کسی ایسے انسان کا کام نہیں جواپنی اور اس مال و دولت کی اور پھر دنیا کی اصل حقیقت اور ناپائیداری کو سمجھتا ہے۔

بلکہ اللہ رب العزت فرماتے ہیں کہ جو انعامات، مال و دولت / اللہ بزرگ و برتر کے پاس ہیں اور آخرت میں اس کی کامیابی و کامرانی کی شکل میں اس کو انعام کیے جائیں گے وہ معیار و نوعیت اور کیفیت کے اعتبار سے اعلیٰ درجے کے ہیں اور وہ وقتی اور عارضی بھی نہیں ہو گئے بلکہ ابدی اور لا زوال ہو گئے۔ جس کا انسان کو تصور بھی نہیں ہے۔

پھر اللہ سبحانہ و تعالیٰ فرماتے ہیں کہ یہ ابدی انعامات ان لوگوں کے لیے ہیں جو اللہ رب العزت پر ایمان لائے یعنی جنہوں نے اللہ سبحانہ و تعالیٰ کے دین (قرآن، نظام خلافت) کو قائم کرنے اور نظام باطل / کفر کو مٹانے کا عہد کیا (یعنی لا اله الا اللہ پڑھا) اور پھر اللہ سبحانہ و تعالیٰ پر توکل کیا یعنی یہ سمجھا اور یقین کیا کہ ن..... کہ اللہ تعالیٰ کا قرآن (نظام / دین) برحت ہے۔ مجھے اس کو نافذ کرنے کا حکم ہے۔ اور میں بطور خلیفہ دنیا میں بھجا گیا

ہوں۔ اس اللہ تعالیٰ کے دیجے ہوئے دین / نظام کے اصول و ضوابط، حلال و حرام کے حدود و قیود برقن ہیں، ان اصول و ضوابط پر عمل کرنے سے انسان کی دنیا میں فلاح اور آخرت میں نجات ہے۔

ii..... انسان کا بھروسہ / توکل اپنی طاقت، قابلیت، اپنے ذرائع وسائل اپنی تدابیر پر نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ کے سوا کسی دوسرے کی مدد و اعانت پر بھی نہ ہو۔ بھروسہ اور توکل صرف اللہ سبحانہ و تعالیٰ کی توفیق و تائید پر ہو اور مقصد زندگی صرف اللہ کا دین / نظام (خلافت) نافذ کر کے اس کی رضا کا حصول ہو۔

iii..... انسان کو اللہ تعالیٰ بزرگ و برتر کے وعدوں پر بھروسہ اور توکل ہو جو انہوں نے اپنے اہل ایمان اور اعمال صالحہ کرنے والے لوگوں سے کیے ہیں۔ اور ان تمام نقصانات اور تکلیفوں اور محرومیوں کو برداشت کرے جو حق پر استقامت اور نظام حق کو اختیار و نافذ کرنے میں اس کے نصیب میں آئیں۔ بلکہ اپنے تمام ذرائع وسائل، انعامات اور سخنریکے ہوئے اختیارات وسائل صرف اور صرف اللہ تعالیٰ کے نظام / دین اور خلافت کو قائم کرنے میں لگائے۔

iv..... جیسے بے آب و گیاہ زمین یعنی مردہ زمین، رحمت کی بارش سے یکا یک سبزہ اگا دیتی ہے۔ اور ہر طرف جہاں پر نظر دوڑاں ہی سبزہ ہو جاتا ہے۔ اسی طرح اللہ رب العزت فرماتے ہیں کہ قیامت کے روز اس زمین سے انسان اگائے جائیں گے۔ یعنی دوبارہ اٹھائے جائیں گے۔ زمین پر زلزلہ طاری ہو گا۔ اور زمین اپنے سارے خزانے، راز اور امانتیں اُگل دے گی اور تمام انسان یکا یک زمین سے زندہ اٹھادیے جائیں گے اور پھر انسان حیران و پریشان ہو گا۔ پھر یہی نہیں بلکہ وہ تمام کام / کارنا مے جو انسان زمین پر کر گزرا ہو گا وہ بھی من و عن اللہ تعالیٰ کے ہاں پیش کر دیئے جائیں گے اور تمام راز، خبریں جو انسان نے چھپائے ہوئے ہوں گے وہ بھی زمین باہر نکال کر کھدے گی۔ (سورۃ الانزال: ۹۹)

بلکہ آج کی انسان کی اپنی ایجادات، موبائل فون، وی سی آر، کیبل، ٹی وی، وارلیس سسٹم، کیمرہ، موبائل کیمرہ وغیرہ تمام اشیاء اس بات کا ثبوت فراہم کر رہی ہیں کہ ایک دن واقعی آنا ہے جب انسان کے کیے ہوئے سارے کام اور کی ہوئی باتیں اللہ رب العزت ایک وڈیوریکارڈ کی شکل میں انسان کے سامنے پیش کر دیں گے اور پھر اس کے مطابق انسان کا حساب کتاب ہو گا۔ اور جزا و سزا اس کے مطابق دی جائے گی۔ واللہ اعلم بالصواب۔ رب اغفر وارحم وانت خیر الراحمین

۶۔ کارِ خلافت کے لیے دین / نظام کی راہنمائی اللہ بزرگ و برتر نے اپنے ذمہ می؟
کارِ خلافت کی امانت (عبادت) انسان کے ذمہ لگانے کے بعد اللہ بزرگ و برتر نے نظام زندگی یعنی دین زندگی دوسرے الفاظ میں زندگی کے اصول و ضوابط کی راہنمائی بھی اپنے ذمہ می اور قرآن کریم میں مختلف انداز میں فرمایا۔
۱۔ فرمایا رب ذالجلال نے.....

﴿وَعَلَى اللَّهِ قَصْدُ السَّبِيلِ وَمِنْهَا جَاءَرُ وَلَوْ شَاءَ لَهَدَكُمْ أَجْعَينَ﴾ (التحل: ۹۱۶)

- ”کہ اللہ رب العزت کے ذمہ ہے سیدھا راستہ بنانا، جب کہ ٹیڑھے راستے بھی موجود ہیں۔ اگر اللہ سبحانہ و تعالیٰ چاہتے تو تم سب (انسانوں) کو ہدایت دے دیتے۔“
- ۲۔ فرمایا رب ذ الجلال نے.....

﴿الرَّحْمَنُ ۖ عَلَمَ الْقُرْآنَ ۖ خَلَقَ الْإِنْسَانَ ۖ عَلِمَهُ الْبَيَانَ﴾ (الرحمن: ۴ - ۱۵۵)

- ”رب حمن نے اس قرآن کی تعلیم دی۔ اسی نے انسان کو پیدا کیا اور اسے بولنا سکھایا۔“
- ۳۔ فرمایا رب ذ الجلال نے.....

﴿قَالَ رَبِّنَا الَّذِي أَعْطَى كُلَّ شَيْءٍ خَلْقَةً ثُمَّ هَدَى﴾ (طہ: ۲۰ - ۵۰)

- ”موسیٰ نے جواب دیا ہمارا رب وہ ہے جس نے ہر چیز کو اس کی ساخت بخشی، پھر اس کا راستہ بنایا۔“
- ۴۔ فرمایا رب ذ الجلال نے.....

﴿إِنَّ عَلَيْنَا لَهُدْنَا﴾ (اللیل: ۹۲ - ۱۲)

- ”بے شک راستہ بنانا ہمارے ذمہ ہے۔“
- ۵۔ فرمایا رب ذ الجلال نے.....

﴿وَيُتَمَّ نِعْمَتَهُ عَلَيْكَ وَيَهْدِيَكَ صَرَاطًا مُّسْتَقِيمًا﴾ (سورة الفتح: ۲)

- ”اور تم پر اپنی نعمت کی تکمیل کر دی اور تمہیں سیدھا راستہ دکھایا۔“

﴿وَوَجَدَكَ ضَالًا فَهَدَى﴾ (سورہ الضھی: ۸)

- ”آپ ﷺ کو بے راہ رو پایا (یعنی آپ کو راستہ کا علم نہیں تھا)، تو آپ کو ہدایت و راہنمائی (قرآن مجید) عطا فرمائی۔“
- ۶۔ فرمایا رب ذ الجلال نے.....

﴿سَيِّحَ اسْمَ رَبِّكَ الْأَعْلَى ۖ الَّذِي خَلَقَ فَسُوْيٍ ۖ وَالَّذِي قَدَّرَ فَهَدَى﴾ (الاعلیٰ: ۳ - ۱۸۷)

- ”اے بنی اسرائیل! اپنے رب اعلیٰ (حاکم اعلیٰ) کے برتر نام کی تسبیح کرو۔ جنہوں نے پیدا کیا اور تناسب قائم کیا۔ جس نے تقدیر بنائی پھر راہ دکھائی۔“
- ۷۔ فرمایا رب ذ الجلال نے.....

﴿الْيَوْمَ أَكْلَمْتُ لَكُمْ دِيْنَكُمْ وَأَتَبَيَّنَتْ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِي وَرَضِيَّتُ لَكُمُ الْإِسْلَامَ دِيْنًا فَمَنِ اضْطُرَّ فِيْ

﴿مَخْصَصٌ غَيْرُ مُتَجَارٍ فِيْ لِاثْمٍ ۖ فَإِنَّ اللَّهَ عَفُورٌ لِّحَمِيدٍ﴾ (المائدہ: ۳۰ - ۵)